ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

01

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

10 تا 16 جمادی الاُخریٰ 1444ھ / 03 تا 09 جنوری 2023ء

استحکام و بقاء پاکستان کے ناگزیر لوازم

ملک وملت کے استحکام ہی نہیں، بقا تک کے لیے حسبِ ذیل چیزیں ناگزیر اور لازمی ہیں:

☆ ایک ایسا طاقتور انسانی جذبہ جو جملہ حیوانی جبلتوں پر غالب آ جائے اور قوم کے افراد میں کسی مقصد کے لیے تن من دھن لگا دینے حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینے کا مضبوط ارادہ اور قوی داعیہ پیدا کر دے۔

☆ ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جو افرادِ قوم کو ایک ایسے مضبوط ذہنی وفکری رشتے میں منسلک کر کے بنیانِ مرصوص بنا دے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں پر حاوی ہو جائے اور اس طرح قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن جائے!

☆ عام انسانی سطح پر اخلاق کی تعمیرِ نو جو صداقت، امانت، دیانت اور ایفاءِ عہد کی اساسات کو از سرِ نو مضبوط کر دے اور قومی و ملی زندگی کو رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، فریب، ناانصافی، جانبداری، ناجائز اقربا پروری اور وعدہ خلافی ایسی تباہ کن بیماریوں سے پاک کر دے۔

☆ ایک ایسا نظامِ عدلِ اجتماعی (System of Social Justice) جو مرد اور عورت، فرد اور ریاست، اور سرمایہ اور محنت کے مابین عدل واعتدال اور قسط وانصاف اور فی الجملہ حقوق وفرائض کا صحیح وحسین توازن پیدا کر دے!

تحریک پاکستان کے تاریخی اور واقعاتی پس منظر، اور پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کی فکری وجذباتی ساخت، دونوں کے اعتبار سے یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں یہ تمام تقاضے صرف اور صرف دین ومذہب کے ذریعے اسلام کے حوالے اور ناتے سے پورے کیے جا سکتے ہیں۔

استحکامِ پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

دہشت گردی کی نئی لہر

فہم قرآن: عوامی اور حکومتی طرزِ عمل

امیر سے ملاقات (10)

پاک افغان تنازعہ کی حقیقت اور حل

تنظیم اسلامی کے سرگرم کارکن کی وفات

تربیتی ورکشاپ
ناظمین نشر واشاعت (حلقہ جات)

الہدیٰ
1017 ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قومِ ہودؑ کے سرداروں کی بے پرواہی

سورۃ الشعراء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 153 تا

قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۚۖ فَاۡتِ بِاٰیَۃٍ اِنۡ کُنۡتَ
مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ ہٰذِہٖ نَاقَۃٌ لَّہَا شِرۡبٌ وَّ لَکُمۡ شِرۡبُ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۱۵۵﴾

آیت: ۱۵۳ ﴿قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾﴾ ’’انہوں نے جواب دیا کہ (اے صالحؑ) تم نہیں ہو مگر ایک سحر زدہ شخص۔‘‘

یعنی آپؑ پر یقیناً جادو یا آسیب کے اثرات ہیں جو اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

آیت: ۱۵۴ ﴿مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۚۖ فَاۡتِ بِاٰیَۃٍ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۵۴﴾﴾ ’’تم نہیں ہو مگر ہمارے ہی جیسے ایک انسان‘ تو لے آؤ کوئی نشانی اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو!‘‘

آیت: ۱۵۵ ﴿قَالَ ہٰذِہٖ نَاقَۃٌ لَّہَا شِرۡبٌ وَّ لَکُمۡ شِرۡبُ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۱۵۵﴾﴾ ’’صالحؑ نے کہا: یہ اونٹنی ہے‘ ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک معیّن دن کی باری تمہاری ہے۔‘‘

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے معجزے کے مطالبے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ اونٹنی بھیجی ہے‘ لیکن اب تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دن یہ اکیلی پانی پئے گی اور ایک دن تمہارے تمام جانور پئیں گے۔ اس اونٹنی کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنی باری کے دن چشمے کا پورا پانی پی جاتی تھی اور اُس دن ان کے جانوروں کو پانی نہیں ملتا تھا۔ اگلے دن اونٹنی ناغہ کرتی تھی اور باقی سب جانور پانی پیتے تھے۔ مجھے ’’مدائن صالح‘‘ میں وہ چشمہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

درس حدیث

جنس مخالف کی مشابہت اختیار کرنا

عَنۡ اِبۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((لَعَنَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اَلۡمُتَشَبِّہِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالۡمُتَشَبِّہَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ’’رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی ان کی ہی شکل و ہیئت، ان کا سا لباس اور ان کا انداز اپنائیں) اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (یعنی ان کی سی شکل و ہیئت بنائیں، ان کا سا لباس، ہیئر سٹائل اور طرز و انداز اختیار کریں۔)‘‘

تشریح: اولادِ آدم میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں۔ مردوں کی اپنی جسمانی ساخت ہے اور عورتوں کی اپنی۔ ہر مرد کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے مرد ہونے پر راضی ہو اور ہر عورت اپنے عورت ہونے پر خوش ہو۔ جو مرد شکل و صورت، چال ڈھال اور لباس میں عورتوں کی مشابہت کرے تو وہ گویا اللہ کے اس فیصلے پر راضی نہیں ہے کہ اسے مرد بنایا گیا ہے۔ اسی طرح عورت اگر مردانہ انداز اور لباس پہنتی ہے تو وہ فطری تقاضوں سے بغاوت کر رہی ہے۔ اسی لیے ایسا کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
10 تا 16 جمادی الاخریٰ 1444ھ جلد 32
03 تا 09 جنوری 2023ء شمارہ 01
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دہشت گردی کی نئی لہر

گزشتہ چند ماہ کے دوران پاکستان میں دہشت گردی کی نئی لہر سے انتہائی قیمتی جانوں کا ضیاع ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دہشت گردی نے پھر کیوں سر اٹھا لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 15 اگست 2021ء کو جب افغان طالبان نے اپنا ملک امریکی قبضہ سے آزاد کرایا تو پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت نے اسے ایک طرح کی پاکستان کی فتح قرار دیا۔ بعض جذباتی پاکستانیوں نے اِسے 14 اگست 1947ء ٹو (2) قرار دے دیا۔ تاثر یہ تھا کہ وہ وقت ایک بار پھر لوٹ آئے گا جب ملّا عمرؒ کے دور میں پاکستان نے شمال مغربی سرحد پر اپنی فوجی چوکیاں ختم کر دیں تھیں۔ پاکستان کو اس طرف سے کوئی خطرہ ہی نہیں رہا تھا۔ عساکرِ پاکستان نے اپنی تمام تر توجہات مشرقی سرحد پر مرکوز کر دیں تھیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سیکولرز اور لبرلز نے اس مرتبہ زوردار انداز میں کہا تھا کہ تمہاری (اسلام پسندوں کی) خوشیاں عارضی ہیں، جلد آپ کو حقائق کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہم ہرگز ہرگز یہ نہیں کہہ رہے کہ یہ لوگ سچے ثابت ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ اس وقت افغانستان اور پاکستان کے تعلقات نہ صرف اچھے نہیں ہیں بلکہ ان میں بہت بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی وجوہات وہ نہیں ہیں جن کی بنا پر سیکولرز اور لبرلز نے یہ دعوے کیے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان نے امریکہ کو شکست فاش دے کر اپنے ملک سے امریکیوں کا قبضہ ختم کیا تھا۔ امریکہ نے اُس شکست کو تسلیم تو کر لیا لیکن اُن کے اندر سے افغانیوں کے خلاف کینہ ختم نہ ہو سکا۔ اُس کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔ امریکہ نے کسی نہ کسی انداز سے افغان طالبان کے خلاف سازشیں جاری رکھیں اور افغان طالبان کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے رابطے میں رہا اور اُنہیں استعمال کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ اس دوران روس اور یوکرائن کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی کیونکہ روس محسوس کر رہا تھا کہ اگر یوکرائن نیٹو کا حصہ بن گیا تو روس کی سلامتی کو براہِ راست خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ جب امریکہ اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ روس آج نہیں تو کل یوکرائن پر حملہ کرے گا تو امریکہ نے اُس کے تدارک کے لیے پلاننگ شروع کر دی۔ روس کی سرحدیں چونکہ یورپ اور ایشیا دونوں براعظموں سے ملتی ہیں تو امریکہ نے فیصلہ کیا کہ اگر مغرب میں روس یوکرائن پر حملہ کرتا ہے تو اُس کا توڑ یا جوابی کارروائی یہ ہے کہ مشرق میں کسی ملک کو توڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ مشرق میں کرغستان، منگولیا، ازبکستان، آذربائی جان، تاجکستان، ازبکستان ہیں۔ یہ تمام ممالک روس کے ساتھ بڑے مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ پاکستان، ایران اور چین میں سے کوئی

بھی ملک امریکہ سے خوشگوار تعلقات نہیں رکھتا۔ ایران اور چین جس طرح امریکہ کے سامنے آ چکے ہیں، وہ کبھی بھی اور کسی صورت میں امریکہ کا ساتھ دینے کا تصور نہیں کر سکتے۔ البتہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے دھمکی یا لالچ سے اپنے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ اُن دِنوں میں پاکستان میں تحریک انصاف کی حکومت تھی اور عمران خان پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ وہ بھی امریکہ کو اڈے دینے کے حوالے سے ٹکا سا جواب دے چکے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ امریکہ کی بلائی گئی Summit for Democracy میں امریکہ کی بجائے چین کا ساتھ دینے کا واضح اور کھلا اعلان کر چکے تھے اور یہ بھی کہہ ڈالا کہ پاکستان کا مقدر اب چین سے وابستہ ہے۔ پھر یہ کہ عمران خان عین اُس روز روس جا پہنچے جس دن روس نے یوکرائن پر حملہ کیا تھا۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق اس پس منظر میں امریکہ نے ایک فیصلہ کے تحت یہ چال چلی کہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے ذریعے عمران خان کی حکومت ختم کر دی۔ اور ایک ایسی حکومت کو پاکستان میں برسر اقتدار لایا گیا جو اسٹیبلشمنٹ کے اشاروں پر چلتے ہوئے روس اور چین کی بجائے امریکہ کی اتحادی بن جائے۔ جونہی پاکستان میں یہ تبدیلی آئی امریکہ نے پاکستان کے راستے افغان طالبان کو اور اُن کے حامیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ایک کام یہ ہوا کہ پاکستان اور امریکہ میں intelligence sharing کے ساتھ افغانستان میں پناہ لینے والے ایمن الظواہری کو ڈرون کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔

بین الاقوامی خبر رساں اداروں کے مطابق اُس کے بعد کئی مرتبہ پاکستان کی فضاؤں کو افغانستان کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اس پر پہلے ملّا عمرؒ کے بیٹے ملّا یعقوب جو افغانستان کے وزیر دفاع ہیں، اُنہوں نے اس حوالے سے ایک پریس کانفرنس میں پاکستان سے شدید احتجاج کیا۔ بعد ازاں افغانستان کے وزیر خارجہ امیر خان متقی نے بھی پریس کانفرنس کی اور اسی نوع کے الزامات پاکستان پر لگائے۔ افغان طالبان کو خدشہ پیدا ہوا کہ پاکستان کی نئی حکومت امریکہ کے سامنے مکمل طور پر سرنڈر کر چکی ہے اور جس طرح نائن الیون کے بعد پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ نے امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی کا رول ادا کیا تھا جس سے نہ صرف افغانستان بلکہ پاکستان کے قبائلی علاقوں کو بھی روند ڈالا گیا تھا، ایک مرتبہ پھر وہی صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے کہ پاکستان کو افغان طالبان کے دشمن اُن کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیں۔ یہاں یہ بات بھی نوٹ کی جانی چاہیے کہ افغان طالبان کے علاوہ وہاں ایک افغانی بھی شاید ہی ہو جو پاکستان سے دوستی تو کیا رتی بھر ہمدردی بھی رکھتا ہو اور آغاز سے ہی ان افغانیوں کا پاکستان سے تعلقات کے حوالے سے افغان طالبان پر بہت دباؤ تھا۔ اُس وقت بھی ایک دو بار اُس باڑھ کو بھی کاٹ دیا گیا تھا جو پاکستان نے افغان سرحد پر لگا رکھی ہے، لیکن تب افغان طالبان نے حکومتِ پاکستان سے معذرت کر لی تھی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا۔ لیکن جب امریکہ اور پاکستان نے افغانستان کے حوالے سے ایک نئی حکمتِ عملی طے کر لی تو اس نئی صورتِ حال میں افغان طالبان کے لیے ممکن نہ رہا کہ وہ پاکستان کو سپورٹ یا اُس کا دفاع کریں۔

ہماری رائے میں اُنہوں نے T.T.P یا دوسری دہشت گرد تنظیم کو پاکستان میں دہشت گردی کے لیے ابھارا تو نہ ہوگا لیکن اب وہ اُنہیں روک سکتے بھی نہ ہوں گے اور صرفِ نظر کا معاملہ کرتے ہوں گے۔ جس سے T.T.P اور دوسری دہشت گرد تنظیم کے لیے پاکستان میں دہشت گردی کرنے کے راستے کھل گئے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ایک ماہ میں پاکستان پر سینکڑوں دہشت گرد حملے ہوئے ہیں۔ لہٰذا پاکستان میں دہشت گردی ختم کرنے کے لیے پہلے اُس کی ازسرِنو شروعات کی وجوہات کو سمجھنا ہوگا۔ پھر یہ کہ ہمیں طے کرنا ہوگا کہ عالمی طاقتوں سے ہمارے تعلقات نہ اس قدر گہرے ہوں اور نہ اتنے خراب ہوں جس سے کسی مسلمان ملک کو کسی قسم کا نقصان پہنچے یا اُس کے مفادات متاثر ہوں۔

افغانستان ہمارا برادر اسلامی ملک ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارا ہمسایہ بھی ہے۔ افغانستان اور پاکستان کے مفادات کئی لحاظ سے سانجھے ہیں۔ وسطی ایشیا کے تمام ممالک کے راستے افغانستان کے ذریعے ہم پر کھلتے ہیں۔ کل کو اگر ہماری تجارت ان ممالک سے بڑھتی ہے جو ہماری معاشی خود کفالت کے حوالے سے بہت اہم ہے تو یہ تجارت بھی افغانستان ہی کے ذریعے ممکن ہے اور سب سے بڑی بات نظریاتی ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان کا نظریہ اگر ایک ہے تو ہمیں چھوٹے موٹے معاملات پر بگاڑ نہیں پیدا کرنا چاہیے۔ امریکہ ہمارا سانجھا دشمن ہے اور سات سمندر دور بھی ہے۔ لہٰذا ہمیں تمام معاملات پر اسلامی نظریہ اور بھائی چارے کے حوالے سے غور کر کے اپنی خارجہ پالیسی بنانا ہوگی۔

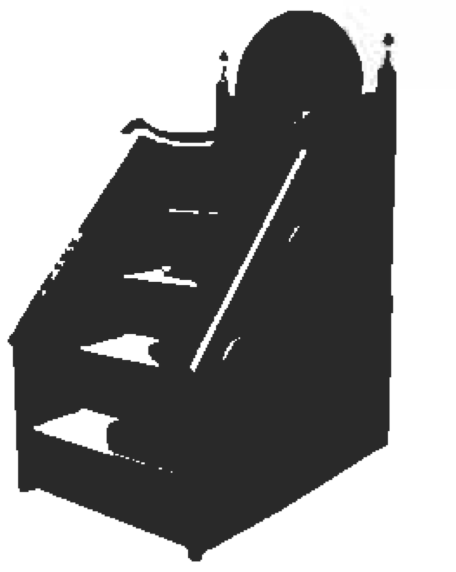

فہم قرآن: عوامی اور حکومتی طرزِ عمل

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 23 دسمبر 2022ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج ہم سورۃ الرحمٰن کی پہلی چار آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات کے مختصر مفہوم اور کچھ قرآن حکیم کے سیکھنے، سکھانے کے حوالے سے ہماری ذمہ داریوں اور کوتاہیوں کا ذکر بھی کریں گے۔ سورۃ الرحمٰن قرآن حکیم کے ستائیسویں پارے کی مدنی سورت ہے۔ اس سورت کی کل 78 آیات میں سے 31 مرتبہ ایک ہی آیت کو اللہ پاک نے دہرایا ہے:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾﴾

''تو تم دونوں (گروہ) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ آلا کا ترجمہ نعمتوں کا بھی کیا گیا ہے اور ایک ترجمہ قدرتوں کا بھی کیا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس میں بھی عمل کے اعتبار سے اہم پہلو یہ ہے اس سورت میں انسانوں اور جنوں سے خطاب ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ جب جنات نے یہ آیت سنی (جنات مسلمان بھی ہوتے ہیں اور غیر مسلم بھی): ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾﴾ تو انہوں نے یہ جواب دیا: ((لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا لَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ)) ''اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے ہیں ساری تعریفیں۔'' (جامع ترمذی)

اس جواب کو ہمیں بھی یاد کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی لیے بتایا کہ وہ بھی اپنے معمولات میں اس کو شامل کریں۔

سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات پر مفسرین نے بہت کلام فرمایا ہے۔ استاد محترم بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ان چار آیات کا جو خوبصورت نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ جس نے اپنی صفت رحمان کے طفیل بہترین مخلوق یعنی انسان کو بہترین علم یعنی قرآن حکیم عطا فرمایا۔ اس مخلوق کو چاہیے کہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو قرآن حکیم کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے استعمال کرے۔ جیسے کے اللہ کے نبی مکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا: ''تم میں سے

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

بہترین انسان وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' اب ان چار آیات کا مختصر مطالعہ کرتے ہیں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾﴾ ''رحمٰن'' الرحمٰن اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اور اہل علم کے مطابق یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی استعمال کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ اور میں جانتے ہیں عبداللہ بڑا پیارا نام ہے۔ جو اللہ کے نبی ﷺ کو بڑا محبوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن بہترین نام ہیں۔ جیسے ہم کسی کو اللہ نہیں کہہ سکتے ہیں اسی طرح رحمٰن بھی نہیں کہنا چاہیے۔ اگر کسی کا نام عبدالرحمٰن ہے تو اس کو رحمٰن کہہ کر پکارنا جائز نہیں ہے۔ الرحمٰن خاص اللہ کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ بہرحال رحمٰن اللہ کا پیارا صفاتی نام ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ رحمٰن الدنیا ہے۔ مطلب کہ اللہ کی رحمت بے پایاں اور ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح ہے۔ دنیا میں وہ سب کو دے رہا ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ وہ کافر کو بھی دے رہا، مشرک کو بھی دے رہا ہے، باغی کو بھی دے رہا ہے، سرکش کو بھی دے رہا ہے۔ البتہ وہ رحیم الآخرۃ ہے اس کی رحمت کا جو دوام اور مستقل معاملہ وہ تو آخرت میں اس کے محبوب بندوں کے لیے ہے۔ اس کی رحمت کا اصل اور مستقل ظہور آخرت میں ہونے والا ہے اور اللہ کتنی رحمت والا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے فرمائے اور سو میں سے ایک مخلوق کو دیا ہے۔ ننانوے حصے اللہ پاک نے اپنے پاس رکھے ہیں۔'' (صحیح مسلم) جس رب نے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہوں اس رب کی رحمت کا حساب اور اندازہ، احاطہ کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اوّلین تعارف ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کے شروع میں ہمیں عطا فرماتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○﴾ (الفاتحہ) یہ اللہ تعالیٰ کا پہلا تعارف ہے۔ اللہ کی ایک صفت ذوانتقام بھی ہے، (شدید بدلہ لینے والا)۔ وہ صریح الحساب (جلد حساب لینے والا) اور شدید العقاب (سزا دینے والا) بھی ہے۔

حدیث مبارک میں اللہ فرماتا ہے:

((سبقت رحمتی علی غضبی))

''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی

ہے''۔بہرحال یہ اللہ کا تعارف اور بڑا پیارا صفاتی نام ہے۔جس سے سورۃ الرحمٰن کا آغاز ہوا۔ایک نکتہ عمل کے اعتبار سے یہ ہے کہ ہم اگر اللہ کی رحمت کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو اللہ نے جابجا قرآن حکیم میں اپنی رحمت کے مستحقین کا بھی ذکر کیا اور ایک جگہ تو بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ (الفرقان:63)''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی اور نرمی کے ساتھ چلتے ہیں''۔

رحمٰن کے محبوب بندوں کا ذکر اللہ فرماتا ہے۔ پھر آگے صفات کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا مستحق بننے کا ذکر بھی قرآن حکیم میں کیا۔ ایک معروف حدیث ہے:

((ارحم من فی الارض یرحمك من فی السماء))

''کرو تم مہربانی اہل زمین پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر۔''اگر ہم چاہتے ہیں اللہ کی رحمت کے مستحق بنیں تو ہمیں بھی دوسروں کے ساتھ رحمت، شفقت کا معاملہ کرنا چاہیے۔

آگے فرمایا:﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴾ (الرحمٰن)''قرآن سکھایا''۔اس اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا۔حالانکہ بقیہ پچھلی کتابیں بھی اللہ نے ہی سکھائی تھیں تورات، زبور اور انجیل سب کو اللہ نے نازل فرمایا۔بہرحال وہ کتابیں اب منسوخ ہو چکی ہیں۔وہ کچھ عرصے کے لیے تھیں۔آخری کلام قرآن حکیم جو قیامت تک کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمادیا ہے۔یہ بات ہم جانتے اور مانتے ہیں۔البتہ عرض کرنا مقصود ہے کہ پچھلی الہامی کتابیں بھی اللہ نے دی تھیں۔اسی طرح اور جتنے بھی علوم انسانوں کے پاس ہیں وہ بنیادی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیے گئے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرہ31)''اور اللہ نے سکھا دیے آدم کو تمام کے تمام نام''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔بہرحال انسان لگاتار دریافت کرتا چلا جارہا ہے، محنت کر رہا ہے۔کہا جاتا ہے۔من جد وجد جو محنت اور کوشش کرتا ہے وہ اپنی منزل پا لیتا ہے۔تو علوم وفنون اور ٹیکنالوجی میں خوب انسان دریافت کرتا چلا جارہا ہے۔ہر علم اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جو سرفہرست علم بندوں کو عطا فرمایا ہے وہ قرآن کی تعلیم ہے کہ وہ تعلیم اللہ نے جبرئیل امین کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور پھر حضور ﷺ کے ذریعے امت کو قرآن حکیم منتقل ہوا۔جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محفوظ رہے گا۔اللہ نے اپنے رحمٰن ہونے کے فوراً بعد قرآن حکیم کے سکھائے جانے کا ذکر فرمایا یہی انداز سورۃ یونس کی آیت 58 میں بھی آتا ہے، وہاں ارشاد ہوتا ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾'' (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل ہوا) ہے'' تو یہ قرآن اللہ کی رحمت اور اللہ کے فضل کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے واقعتاً مستحق بننا چاہتے ہیں تو اس قرآن حکیم سے تعلق کی مضبوطی اور اس کے حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرنا ہم پر لازم ہے۔اس حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک کتابچہ ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' موجود ہے۔اس میں قرآن مجید کے پانچ حقوق بیان ہوئے ہیں:

1۔ اس پر ایمان لانا، زبان سے بھی دل سے۔
2۔ اس کی باقاعدہ تلاوت کا اہتمام، آداب کے ساتھ۔
3۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔
4۔ اس کے احکام پر عمل اور ان کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا۔
5۔ اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا۔

یہ ہر مسلمان پر اس کی استعداد کے مطابق لازم ہے کہ قرآن حکیم کے ان پانچ حقوق کو ادا کرے۔اگلی آیت میں فرمایا:﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴾''اُسی نے انسان کو

پریس ریلیز 30 دسمبر 2022ء

مہنگائی اور معاشی تباہی کے باعث عوام اور ریاست دونوں جان کنی کے عالم میں ہیں

شجاع الدین شیخ

مہنگائی اور معاشی تباہی کے باعث عوام اور ریاست دونوں جان کنی کے عالم میں ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ آٹا، چینی اور گھی سمیت بنیادی ضروریات زندگی کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ کی وجہ سے عوام اب دو وقت کی روٹی کو بھی ترس گئے ہیں۔ ایک طرف ملکی زرمبادلہ کے ذخائر تشویش ناک حد تک گر چکے ہیں اور دنیا میں پاکستان کے ممکنہ ڈیفالٹ کا چرچہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف حکمران طبقہ اور اشرافیہ لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ اور اُن کے اللّے تللّے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ ایسے وقت میں جب ملکی معیشت وینٹی لیٹر پر ڈال دی گئی ہے، سیاست دان اور ریاستی ادارے ملک کے وسیع تر مفاد کو ترجیح دینے کی بجائے ذاتی مفادات سے چمٹے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کشکول اُٹھائے پھرنے سے ڈالروں کی کچھ خیرات تو مل سکتی ہے لیکن پاکستان کے گھمبیر معاشی مسائل کا حل ممکن نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ایک ریاست ہے جسے اصولی طور پر ملک میں اسلام کا عادلانہ معاشی نظام رائج کرنا چاہیے تھا لیکن ہم اُس سودی نظام کو بھی ترک کرنے کو تیار نہیں جس کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا واضح اور دوٹوک فیصلہ آچکا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ریاست کے تمام سٹیک ہولڈرز اقتدار کی ہوس اور ذاتی مفادات کی بجائے ملکی مفاد کو ترجیح دیں اور پاکستان کو معاشی حوالے سے خود کفالت کی جانب گامزن کرنے کے لیے مخلصانہ جدوجہد کریں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بنایا‘‘ سارے انسانوں کا پیدا کرنے والا خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ جیسے پچھلی آیت میں کہا گیا کہ سارے علوم اللہ ہی نے عطا فرمائے۔ اسی طرح فرشتے، چرند، پرند سب کو پیدا کرنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ مگر اللہ کی تخلیق کا جو شاہکار ہے اور ماسٹر پیس ہے وہ حضرت انسان ہے۔ قرآن حکیم کبھی فرماتا ہے کہ اپنی اس عظمت کا بندوں کو احساس ہونا چاہیے اور اس کا مستحق بننا ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵﴾ (التین) ’’ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو پست ترین حالت کی طرف۔‘‘

نچلی سطح کی پست ترین شکل پر بھی ہم نے اس کو پہنچا دیا ہے۔ کب؟ انسان جب اپنی روح کو نہ پہچانے، اس روح کے تقاضوں پر عمل نہ کرے اور جس مقصد کے لیے اللہ کی بندگی کے لیے زمین پر بھیجا اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۷۹﴾ ’’ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے غور نہیں کرتے‘ ان کی آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں‘ اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ یہ چوپایوں کی مانند ہیں‘ بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔‘‘

کھانا پینا، موج اڑانا، یہ تو جانوروں کا تصور ہے۔ اس طرح کے چند تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو عزت نہیں دی ہے۔ انسان کو تو اللہ نے اپنی خلافت دے کر بھیجا۔ روح ڈال کر اس کی عزت اور تکریم کا ذکر فرمایا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے بنانے کا ذکر فرمایا۔ اس کو اپنی نمائندگی دے کر زمین پر بھیجنے کا ذکر فرمایا۔ تو وہ بندہ جب روح کے تقاضوں پر عمل کرے، خالق کے تقاضوں پر عمل کرے تو اس کی عزت وتوقیر وتکریم ہے۔ اگر نہیں کرتا بے مقصد زندگی گزارتا ہے جیسے کہ آج اس دور میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ زندگی کی مقصدیت ہی ختم ہو چکی ہے۔ اور فضولیات اور الٹے تللوں میں مال اور وقت کا ضیاع ہو رہا ہے۔ اقدار کا جنازہ نکل رہا ہو۔ شریعت کے احکامات ٹوٹ رہے ہوں اور مومن کو آج رونا نہیں آرہا لیکن کرکٹ میں پاکستان ہار جائے تو رونا آتا ہے۔ سمارٹ فون فلاں برینڈ کا نہیں ملا تو بڑا رونا آتا ہے۔ بہرحال تکریم کب ہے جب روح کو پہچانیں اور اس کے تقاضوں پر عمل کریں تب شرف انسانیت بندہ پائے گا۔

انسان زمین پر پہلے آیا قرآن کریم بعد میں آیا لیکن قرآن کریم کا ذکر پہلے ہے اور انسان کا ذکر بعد میں ہے۔ کیوں؟ انسان کے اندر بہت ساری ضروریات موجود ہیں وہ تو جانوروں میں بھی ہیں کھانا، پینا، سونا یہ سب جانوروں کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں۔ مگر انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت کی ہے۔ یہ ہے تو انسان شرف پائے گا ورنہ ذلت پائے گا۔ یہ ہدایت نہیں تھی تو قارون، فرعون، نمرود، شداد راندہ درگاہ ہوئے اور اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ یہاں اللہ نے قرآن حکیم کا ذکر پہلے فرما کر اور انسان کا ذکر بعد میں فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ تمہاری سب سے بڑی ضرورت ہدایت کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نعمت ہدایت ہے جو قرآن حکیم کی صورت میں صاحب قرآن ﷺ کے ذریعے تمہیں اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے۔

استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ان چار آیات کا بڑا خوبصورت نتیجہ یہ نکالا کہ وہ اللہ جو رحمٰن ہے جس کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر قرآن، اور سب سے بڑا علم جو عطا فرمایا وہ قرآن۔ کسے؟ بہترین مخلوق یعنی انسان کو۔ تو اس انسان کو چاہیے کہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو قرآن حکیم کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے استعمال کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ)) ’’تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔‘‘ (صحیح بخاری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ﴾ (الجاثیۃ:13) ’’اور اُس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ۔‘‘

لیکن کیا ہماری بہترین صلاحیتیں اس کتاب کے سیکھنے سکھانے پر لگ رہی ہیں اور کتنی لگ رہی ہیں؟ ہم بڑے بڑے ڈاکٹرز ہیں، ہم نے بڑی بڑی فیلڈز دریافت کر لی ہیں، پی ایچ ڈی ہیں سب کچھ ہیں۔ لیکن ہماری آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں ہے جس نے اللہ کے کلام کو ایک مرتبہ ترجمہ کے ساتھ مکمل کیا ہو۔ حالانکہ اللہ ہمیں قرآن حکیم سے دن رات گزارنا چاہتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ سے کلام کرنا چاہتا ہوں تو نماز میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کلام کرے تو میں قرآن کریم کھولتا ہوں۔ ہم سب اپنا جائزہ لیں۔ ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ ہمارے معمولات میں نماز کے علاوہ بھی قرآن حکیم کی تلاوت اور اس کو ترجمہ وتشریح کے ساتھ پڑھنا شامل ہے۔ ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ ہم کوئی دنیا کا ٹیکسٹ بغیر سمجھے نہیں پڑھتے لیکن یہ مظلوم کتاب قرآن حکیم ہے کہ جو بغیر سمجھے پڑھے جا رہے ہیں۔ ہم قائل ہیں کہ بغیر سمجھے بھی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ مگر یہ کتاب صرف ثواب کے لیے نہیں آئی، یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ اور ہدایت سمجھ کر طلب وتڑپ کر مانگیں گے تو ملے گی ایسے گھر بیٹھے نہیں ملے گی۔ قرآن حکیم کو پڑھنا سمجھنا، قرآن کی محفلوں میں آنا، اللہ ہمت دے قرآن کی زبان سیکھنے کی کوشش کرنا۔ جو پڑھے لکھے نہیں ہیں ان کے پاس تو کچھ عذر ہوگا کہ ہم پڑھ ہی نہیں سکے لیکن ہم جو پڑھے لکھے ہیں۔ اور ہم سے زیادہ ہمارے بچے پڑھ رہے ہیں اور پتا نہیں کتنا پڑھ رہے ہیں۔ ہم اگر قرآن نہیں سمجھتے تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ غور طلب بات ہے۔ جو سمجھنا چاہے تو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں ’’ایک حرف تلاوت کرو تو دس نیکیاں ملتی ہیں اور الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے‘‘۔ (جامع ترمذی) بغیر سمجھے بھی تلاوت کریں گے تو اجر ملے گا لیکن سمجھنے کی بھی کوشش کرنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ’’قرآن حکیم کی ایک آیت سمجھنا سو رکعت نفل سے زیادہ افضل ہے‘‘۔ (ابن ماجہ) حضور ﷺ فرماتے ہیں: ’’جب کبھی اللہ کے گھر میں لوگ جمع ہوں قرآن کے سیکھنے سکھانے کے لیے یعنی مساجد میں تو اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے احاطہ کرتے ہیں، گواہ بنتے ہیں، اللہ سکینت کی کیفیت عطا فرماتا ہے اور اللہ ایسے بندوں کا ذکر اپنے مقرب بندوں کے سامنے کرتا ہے۔‘‘ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اسی لیے انجمن خدام القرآن کے تحت قرآن اکیڈمیز کا سلسلہ، ایک سالہ رجوع الی القرآن

کورسز، خط کتابت کورسز اور فہم دین کورسز تنظیم اسلامی کے تحت تجوید کی کلاسز، منتخب نصاب کا بیان، دروس قرآن کے حلقے، رمضان میں دورۂ ترجمہ قرآن کا سلسلہ وغیرہ چلتے ہیں۔ ان سب کا مقصد یہی ہے کہ عام آدمی کا قرآن کریم کے ساتھ تعلق مضبوط ہو۔

پاکستان میں اب ریاستی اور حکومتی سطح پر کچھ سلسلہ قرآن حکیم کی تعلیم کو تعلیمی اداروں میں رائج کرنے کا شروع ہوا۔ اللہ کے فضل سے یہ محنتیں پہلے سے ہو رہی تھیں البتہ حکومتی سطح پر یہ سلسلہ 2017-18ء سے شروع ہوا۔ کراچی میں ایک ادارہ ہے: علم فاؤنڈیشن، میں بھی اس سے منسلک ہوں۔ الحمدللہ! وہاں ایک خدمت اللہ تعالیٰ نے لی کہ سکولوں کے نظام میں رہتے ہوئے طلبہ وطالبات کو قرآن حکیم کا ترجمہ اور بنیادی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے۔ 2010ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور اب اللہ کا شکر ہے کہ لاکھوں سے زیادہ آگے بات بڑھ چکی ہے۔ اس میں کوشش یہ کی گئی کہ متفق علیہ معاملہ ہو یعنی ایسا نہیں کہ کسی خاص مکتب فکر کا ہو۔ بہرحال ریاستی وحکومتی سطح پر جب فیصلہ کیا جائے گا تو کوئی تعلیمی ادارہ کوئی سکول وغیرہ کسی ایک مکتب فکر کا نہیں ہوتا سب کے لیے دیکھنا پڑے گا۔ 2017-18ء میں اس وقت کی وفاقی حکومت کے زیر اہتمام ایک محنت ہوئی اور تمام مکاتب فکر کے پانچ بڑے بورڈز علماء کی ایک کمیٹی بن گئی۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی اور اہل تشیع۔ یہ پانچ بورڈز ہیں ان کا اتحاد ہے: اتحاد تنظیمات المدارس۔ پانچوں کے ایک ایک بڑے عالم اور میں بھی اپنے ادارے کی طرف سے اس میں شامل تھا۔ اللہ نے سعادت عطا فرمائی۔ تین سالوں کی محنت کے بعد 28 جنوری 2020ء کو ان تمام حضرات نے سائن کر کے دے دیا کہ اس ترجمہ اور اس نصاب قرآنی پر ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر حکومتی سطح پر پہلے وفاقی سطح پر ہوا اور پھر کے پی میں، پھر پنجاب میں یہ طے ہوا کہ پہلی سے پانچویں میں ناظرہ قرآن پڑھایا جائے اور چھٹی سے بارہویں میں ترجمہ قرآن پڑھایا جائے۔ اس پر عمل درآمد میں مشکلات رہیں اور ابھی بھی تھوڑی ہیں مگر تھوڑی پیش رفت ہوئی ہے۔ خیبر پختونخوا میں یہ سلسلہ آگے بڑھا اور 2023ء میں نویں اور گیارہویں کے بورڈ کے امتحانات میں ترجمہ قرآن کا پچاس نمبر کا پیپر ہوگا۔ ان شاء اللہ! اور 2024ء میں نویں، دسویں، گیارہویں اور بارہویں چاروں سالوں میں ہوگا کے پی میں بھی اور پنجاب میں بھی۔ اور یہ اسکیم ہے کہ چھٹی سے بارہویں میں قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھایا جائے۔ وفاقی سطح پر یہ طے تو ہے لیکن اس سال نافذ نہیں ہوسکا۔ آپ دعا کریں کہ وہاں پر بھی ہوجائے۔ آزاد جموں کشمیر میں بھی ہم نے کوشش شروع کردی ہے۔ اللہ کی توفیق سے وہاں بھی کچھ لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ بلوچستان اور گلگت بلتستان میں بھی۔

افسوس یہ ہے کہ یہ ادارہ کراچی میں بنا اور سندھ میں ابھی تک یہ سلسلہ نہیں ہوا۔ بڑی کوششیں ہوئیں، بڑے تعلقات بھی لوگوں نے استعمال کیے لیکن بات آگے نہیں چلی۔

چند دنوں پہلے گورنر سندھ صاحب نے وزیر اعلیٰ سندھ کو ایک خط لکھا اور کہا کہ وفاق، پنجاب، کے پی میں قرآنی نصاب کا سلسلہ ہو رہا ہے تو سندھ میں بھی ہونا چاہیے۔ اچھی بات ہے۔ کہیں سے اچھی بات آئے گی ہم تو دین کے داعی ہیں تائید کریں گے۔ خدارا! حکومت سندھ بھی اس میں آگے پیش رفت کرے۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم کا بھانجا، حافظ قرآن، ایم بی بی ایس ڈاکٹر، سول ہسپتال فیصل آباد میں جاب، ذاتی کلینک، ذات آرائیں کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0310-6582184

☆ لاہور کی رہائشی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 33 سال، تعلیم ٹیکنیکل ڈپلومہ، سرکاری ملازم کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-4336130

☆ لاہور میں رہائش پذیر شخص، عمر 62 سال، ذاتی کاروبار، تندرست، بچوں کی ذمہ داریوں سے فارغ کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-9473695

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(15 تا 20 دسمبر 2022ء)

جمعرات (15 دسمبر) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شعبہ نظامت کے ذمہ داران سے میٹنگ کی۔ بعد نماز عصر شعبہ سمع وبصر سے میٹنگ کی۔

جمعہ (16 دسمبر) کی صبح شعبہ نشر و اشاعت سے میٹنگ کی۔ قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ حلقہ لاہور شرقی کے دورہ میں عصر سے مغرب کے دوران گڑھی شاہو میں 15 کے قریب علماء کرام (جو زیادہ تر دیوبندی مکتب فکر سے تھے) سے ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء 07:30 بجے قرآن آڈیٹوریم میں ''نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر'' کے حوالے سے منعقدہ سیمینار کی صدارت کی اور خطاب کیا۔

ہفتہ (17 دسمبر) کی صبح جنرل ہسپتال کے آڈیٹوریم میں ''امت مسلمہ کا عروج'' کے حوالے سے خطاب کیا۔ بعد نماز عصر جامعہ منظور الاسلام میں خطاب کیا۔ بعد نماز مغرب جامعہ ہی میں علماء سے ملاقات اور مختصر گفتگو کی۔ بعد نماز عشاء مرکز حلقہ لاہور شرقی، گڑھی شاہو میں ''قرآن اور ہم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

اتوار (18 دسمبر) کی صبح رفقاء تنظیم سے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ پھر حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات کی اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں کراچی واپسی ہوئی۔

منگل (20 دسمبر) کی رات ڈاکٹر تسنیم صاحب کے سیرۃ النبی ﷺ کی کتاب کی تقریب میں گفتگو کی۔

بعد ازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

قائم مقام نائب امیر سے تنظیمی امور کے بارے میں آن لائن رابطہ رہا۔

☆تنظیم اسلامی کی طے شدہ پالیسی ہے کہ ہم دین کی جو بھی خدمت کریں گے اُس سے مالی فائدہ حاصل نہیں کریں گے لہٰذا ہم یوٹیوب وغیرہ پر مونیٹائزیشن نہیں کرتے۔

☆سیکولرازم اور لبرل ازم اللہ سے بغاوت کی دعوت دیتے ہیں جبکہ ہمیں اس دجالیت کو رد کر کے خالصتاً اپنے رب کا بندہ بننا ہے۔

☆احادیث مبارکہ میں بدعت جیسے گناہ کے مرتکب لوگوں کے لیے مدتوں جہنم میں پڑے رہنے کی وعید ہے۔

☆رفیق تنظیم جب صحیح معنوں میں دین کے داعی کا کردار ادا کرے گا تو معاشرے کے بااثر اور زیر اثر افراد دونوں تک دعوت پہنچے گی۔

☆ہمارے نزدیک نصح و خیر خواہی کے جذبہ سے سیاسی امور پر تبصرہ کرنا اور ملکی سیاست کے حوالے سے فکرمند ہونا دین کا حصہ ہے۔

☆الیکٹرانک، ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا کے آلات اور ذرائع کو باطل کے ابطال اور حق کے پرچار کے لیے شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے استعمال کرنا چاہیے۔

☆تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے تحت عصری تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کی ترویج کی کوشش کی جاتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: رضاء الحق

سوال 1: آج کل سوشل میڈیا کا دور ہے۔اسی سوشل میڈیا کے ذریعے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو بہت زیادہ سنا جاتا ہے۔ آپ لوگ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینلز مونیٹائز کیوں نہیں کرتے؟ کیا سوشل میڈیا کے ذریعے یا اشتہار کے ذریعے کمانا حرام ہے؟ کیا اس کے ذریعے سے حاصل ہونے والی رقم کو دین پھیلانے میں نہیں لگایا جاسکتا؟ (ابوسلیمان، لاہور)

امیر تنظیم اسلامی: ہم نے طے کیا ہوا ہے کہ فقہی آراء سے اجتناب کیا جائے گا۔ہم اپنے ناظرین اور رفقائے تنظیم کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ جہاں فقہی مسائل پیش آئیں تو مفتیان کرام اور علماء کرام سے رائے لینی چاہیے۔البتہ جب تنظیم اسلامی کے حوالے سے اس طرح کے سوالات آئیں گے تو اپنا موقف ہم ضرور دیں گے۔اس حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس وقت ٹی وی سکرین پر آتے تھے جب بہت سارے دینی حضرات اس رائے کے حق میں نہیں تھے کہ ہم ٹیلی ویژن کی سکرین کو استعمال کریں ۔لیکن آج تقریباً تمام ہی حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس میدان کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے اور ان آلات اور ذرائع کو باطل کے ابطال اور حق کے پرچار کے لیے شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے استعمال کرنا چاہیے۔البتہ مونیٹائزیشن کا مطلب ہی بذریعہ اشتہارات پیسے کمانا ہے اور بانی تنظیم اسلامی کی طے شدہ پالیسی اور فیصلہ تھا جس کو تنظیم اسلامی نے مستقل طور پر برقرار رکھا ہے اور اسی پر ہم اللہ کے فضل وکرم سے عمل درآمد کر رہے ہیں کہ جو بھی خدمات اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سے لے رہا ہے ہم اس سے مالی فائدہ نہیں لیں گے۔ تنظیم اسلامی ، انجمن خدام القرآن لاہور اور پھر اس کے ذیلی ادارے پاکستان بھر میں موجود ہیں۔ ان کے تحت جو بھی کام اللہ ہم سے لے رہا ہے، قرآن حکیم کی خدمت ہے ،دعوت دین کا کام ہے ، اقامت دین کی جدوجہد ہے، بانی تنظیم اسلامی کی کتابیں موجود ہیں ، ان تمام خدمات میں مالی منفعت اور منافع حاصل کرنا ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ کتابوں پر اگر کوئی ہدیہ ملتا بھی ہے تو اس کی پرنٹنگ اور دوسرے اخراجات پر صرف ہوتا ہے بلکہ ہمارے رفقائے تنظیم کو معلوم ہے کہ دونوں ادارے اپنی جیب سے ہی حصہ ڈال رہے ہوتے ہیں، منفعت تو دور کی بات ہے۔اس کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو بہت ہی مناسب ہدیے پر دینی لٹریچر دستیاب ہوسکے۔اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو میڈیا پر پروگرام کرنے کے لیے بڑے مواقع ملے ، بہت سارے تعلیمی اداروں، اندرون ملک اور بیرون ملک جا کر مجھے بھی خطبات اور لیکچرز کا موقع ملا، ان سارے معاملات میں یہ طے شدہ پالیسی تھی اور ہے کہ ہم ایک روپیہ بھی نہیں لیں گے ۔یہ وہ اصولی بات تھی جو ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے اختیار کی کہ ہم دین کا جو بھی کام کریں وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔اسی طرح تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے مراکز ہیں جہاں مساجد اور دفاتر ہوتے ہیں اور کچھ زمین بھی ہمارے پاس ہوتی ہے۔ عام طور پر مساجد کے ساتھ دکانیں بنادی جاتی ہیں یعنی کمرشل سرگرمی ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعے سے کوئی مالی منفعت حاصل ہوجائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اس کی بھی ممانعت فرمادی کہ کسی طور پر بھی ہم نے اس طرح کی مالی منفعت حاصل نہیں کرنی ۔ہم نے لوگوں کو ترغیب دینی ہے کہ ہم دین کے کام کے لیے اپنی جان ومال لگائیں۔ یہاں تک کہ ہم مساجد میں نکاح پڑھانے کے لیے کوئی نکاح فیس نہیں لیتے البتہ انتظامی فیس ہو تو وہ ایک الگ شے ہے۔اگر ملک سے باہر جانا ہوتا تھا تو ڈاکٹر صاحبؒ کلیئر کرتے تھے کہ جو مجھے بلا رہا ہے وہ میرے آنے جانے ، بورڈنگ اور لاجنگ وغیرہ کا انتظام کرے گا تو میں آجاؤں گا لیکن اس سے ایک ٹکہ حاصل نہیں کیا جائے گا اور دنیا اس بات کو جانتی ہے۔یہی پالیسی آج بھی تنظیم اسلامی کی ہے ۔ڈاکٹر صاحبؒ کے فیض سے ہمیں بھی میڈیا کے بہت سارے پروگراموں میں جانے کا اتفاق ہوا الحمدللہ رب العالمین! ہم وہاں سے ایک پیسہ حاصل نہیں کرتے۔ یہ ہماری مستقل پالیسی ہے اور اس کے بڑے فوائد اور حکمتیں ہیں۔اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں بڑا وقار عطا فرمایا۔اس سارے پس منظر کو بیان کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم ڈاکٹر صاحبؒ کے دروس، وڈیوز اور سوشل میڈیا چینلز پر مونیٹائزیشن کے ذریعے قطعاً کسی مالی منفعت کی طرف نہیں جانا چاہتے۔

اگلی بات یہ ہے کہ مونیٹائزیشن سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے کیا وہ حرام ہے؟ اس حوالے سے ہم گزارش کریں گے کہ حلال وحرام کے حوالے سے خالص

شرعی، فقہی رائے تو علماء اور مفتی حضرات سے معلوم کریں۔ البتہ حدیث رسول ﷺ: ((استفت قلبک)) ''اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔'' کے مصداق اپنے دل کے مفتی سے بھی پوچھ لیں کہ جس طرح کے اشتہارات آج کل چینلز پر چل رہے ہیں، جن میں سودی کاروبار کرنے والے اداروں کی پروڈکٹس بیچنے والا اشتہار، بے حیائی اور فحاشی پر مبنی اشتہار، دیگر غیر شرعی سرگرمیوں کی دعوت کے اشتہار ہوں تو کیا اس سے آمدن حاصل کرنا ہمارے لیے جائز ہوگا؟ یقیناً دل سے بھی ایک جواب آجائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، درمیان میں مشتبہ امور ہیں، جو مشتبہ سے اپنے آپ کو بچائے گا وہ اپنی عزت اور ایمان کی حفاظت کرے گا اور جو مشتبہ میں پڑ جائے گا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔ (مسلم شریف)۔ اسی طرح ترمذی شریف کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ دو اور غیر مشکوک کو اختیار کرو۔ اسی طرح قرآن حکیم حلال کے ساتھ طیب کا لفظ بھی لاتا ہے۔ یعنی آمدنی میں کوئی حرام عنصر شامل نہ ہو جائے۔ میں نے کوئی شے حاصل کی ہے لیکن اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ شریعت کے خلاف ہے تو وہ طیب نہیں رہتی۔ ان سارے پہلوؤں کے اعتبار سے اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا مونیٹائزیشن سے حاصل ہونے والی آمدنی کو دین کی نشر و اشاعت میں صرف کیا جا سکتا ہے؟ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ طیب کو ہی قبول فرماتا ہے۔ دین کے کام کے لیے اس طرح کی کمائی ہمارے نزدیک مناسب نہیں کیونکہ یہ شبہات پیدا کر دیتی ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان میں حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ یہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

سوال 2: آسان فہم انداز میں لبرل ازم اور سیکولرازم میں فرق بتائیں ،لوگ اس طرف کیوں بھاگے چلے جارہے ہیں کیا لوگوں کے لیے اسلام کی حدود میں رہنا مشکل ہو رہا ہے؟ (حارث احمد)

امیر تنظیم اسلامی: تکنیکی طور پر انگلش ڈکشنریوں میں لبرل ازم کی تعریف دیکھیں تو ان میں freedom کا لفظ لازماً ملے گا۔ اسی طرح سیکولرازم کی تعریف بھی اس سے ملتی جلتی ملے گی:

"Separation of state institutions from religion."

یہ بنیادی طور پر مذہب سے آزادی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں اصطلاحیں کسی نہ کسی سطح پر ایک دوسرے کی مترادف بن جاتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ لوگوں کو اس میں کیوں کشش لگ رہی ہے اور اسلام پر عمل کرنا کیوں مشکل لگ رہا ہے۔ دیکھئے! انسانی فطرت میں ایک کمزوری تو ہے کہ وہ پابند ہونا نہیں چاہتا اور اپنی مرضی کے مطابق چلنا چاہتا ہے۔ ''میرا جسم میری مرضی'' جیسے نعروں کے پیچھے ایسے ہی باطل تصورات ہوتے ہیں۔ البتہ انسان کی یہ کمزوری

فطرتِ انسانی میں اللہ نے اپنی معرفت رکھی ہوئی ہے۔

کنٹرول ہو سکتی ہے کیونکہ اسی فطرت انسانی میں اللہ نے اپنی معرفت بھی رکھی ہے۔ ہم دین کے نقطہ نظر سے بات کریں تو ہماری ارواح سے اللہ نے اپنے رب ہونے کا اقرار کروایا اور پھر ہمیں زمین پر اپنی عبادت کے لیے بھیجا۔ اس سبق کی یاد دہانی کے لیے کتابیں نازل فرمائیں، انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجا۔ فطرت انسانی میں رب کا تعارف موجود ہے۔ آفاق میں اللہ کی نشانیاں، انفس (ہمارے وجود) میں اللہ کی نشانیاں، ان سب کے ذریعے وہ یاد دہانی ہوتی ہے۔ اپنے اندر کی اس آواز پر نفس کی سرکشی کو کنٹرول کرنا ممکن ہے۔ یعنی پیغمبر ﷺ کی دعوت کو قبول کر لینے اور ایمان کے حصول کے نتیجے میں اپنی مرضی کو اپنے رب کی مرضی کے تابع کرنا آسان ہے۔ بظاہر مشکل لگتا ہے لیکن اللہ کی جنت سستی تو نہیں ہے۔ میٹرک کے طالب علم کو پاس ہونا مشکل تو لگتا ہے مگر محنت کرے تو کامیابی ملتی ہے۔ اسی طرح چند لاکھ کا منافع کمانے کے لیے جان تو کھپانی پڑتی ہے۔ اگر جنت چاہیے تو وہ آن لائن آرڈر پر تو نہیں ملے گی۔ اللہ کے احکامات پر عمل کرنے میں مشکلات اور مشقتیں آسکتی ہیں مگر ایمان وہ دولت ہے جو اس کو کنٹرول کرواتی ہے اور بندے میں استقامت پیدا کرتی ہے۔ یقیناً برائی موجود ہے، دجالی فتنہ بھی موجود ہے، برائی کی کشش ہے اور یہ بمباری ہمارے سروں پر ہر گھڑی ہو رہی ہے، مگر یہ امتحان ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۝﴾ (الکھف:7) ''یقیناً ہم نے بنا دیا ہے جو کچھ زمین پر ہے اسے اس کا بناؤ سنگھار تاکہ انہیں ہم آزمائیں کہ ان میں کون بہتر ہے عمل میں۔''

اب اس امتحان میں کامیابی کے لیے الکتاب یعنی قرآن پاک اور نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات اور حیات مبارکہ موجود ہیں۔ بندہ جب ایمان سے جڑتا ہے تو نفس کی کمزوری پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔ بہرحال سیکولرازم یا لبرل ازم بنیادی طور پر خالق کے احکام کی پابندی سے آزادی کی بات کرتے ہیں جبکہ خالق کہتا ہے کہ بندگی میری ہوگی، مرضی میری چلے گی، تمہاری نہیں۔ وہ خالق و مالک ہے جو چاہے سو حکم دے۔ البتہ دوران امتحان وہ ہمیں ڈھیل دیتا ہے۔ بہرحال خلاصہ یہی ہے کہ انسانوں کو بظاہر اپنے نفس کی مرضی کے خلاف عمل کرنا مشکل لگتا ہے اور یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ قرآن حکیم کہتا ہے:

﴿اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ﴾ (الفرقان:43) ''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟''

لیکن وہی رب اُس بندے کے لیے اس کمزوری پر قابو پانا آسان کر دیتا ہے جو رب کی بندگی اختیار کر لے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ﴾ (العنکبوت:69) ''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔''

ایمان کی دولت اور نیک ماحول کو اختیار کرنے سے بندہ اپنے نفس کی چاہت کے مقابلے میں اپنے رب کی چاہت پر عمل کرنے کی طرف آتا ہے اور من چاہی زندگی کے مقابلے میں رب چاہی زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا ہے۔ دجالیت کا سیلاب آرہا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ سیاسی اور معاشی سطح پر طاغوتی نظام غالب آچکا ہے، اب تو ہمارا سماجی نظام جو تھوڑا بہت بچا ہوا تھا وہ اس کو بھی ختم کرنے کے درپے ہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں

ٹرانسجینڈر ایکٹ منظور ہوگیا اور اس کے خوفناک نتائج بھی سامنے آرہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ معاشرتی نظام بھی ہمارے ہاتھ سے جا رہا ہے۔ اس سارے تناظر کو سامنے رکھیں تو دجالیت کی مارکیٹنگ تو بہت زیادہ ہے جبکہ اسلام کے ماننے والے اسلام کو اس طرح پیش نہیں کررہے جس طرح انہیں پیش کرنا چاہیے تھا۔ ایمان والوں کو اپنی محنتوں میں اور زیادہ اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ دین کی اپنی شان ہے اور اس میں کشش ہے۔ جن معاشروں سے لبرل ازم اور سیکولرازم کے نعرے ہم تک پہنچ رہے ہیں انہی معاشروں میں حق کے متلاشی لوگوں کو اللہ کا قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت attract کرتی ہے۔ انہی معاشروں سے لوگ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔ یہ نومسلم بھائی اور بہنیں شریعت کی پابندی کرنے لگ جاتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ذاکر نائیک اگر سو بندہ مسلمان ہورہا ہے تو اس میں 67 عورتیں ہیں۔ ان عورتوں کے لیے اسلام میں کیا کشش ہے؟ حالانکہ وہاں اسلام کی بڑی غلط تصویر پیش کی جاتی ہے۔ پچھلے ساٹھ ستر سالوں میں وہاں جتنا اسلام کے خلاف لکھا گیا تاریخ میں کبھی نہیں لکھا گیا لیکن اس کے باوجود اسلام کی حقیقی تعلیمات ان عورتوں کو اسلام میں لے آتی ہیں اور باقاعدہ پردہ کرنے لگ جاتی ہیں۔ یہ نومسلم اُن مسلمانوں کے لیے حجت بن جائیں گے جو مغرب کی ترجمانی کرتے ہوئے سیکولر اور لبرل بن جاتے ہیں، یا جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس پہلو کو بھی ہمیں سامنے رکھنا چاہیے۔

سوال 3: مشرک اور منافق لوگ جنت سے دور رہیں گے لیکن جو لوگ بدعت میں مبتلا ہیں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ (محمد حارث)

امیر تنظیم اسلامی: اہم سوال ہے اور تفصیل طلب بھی ہے۔ اس میں کچھ علمی آراء کی بھی ضرورت ہوگی۔ ہوسکتا ہے جن کا یہ سوال ہے ان کے سامنے خطبہ جمعہ کے وہ الفاظ ہوں: ((کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار)) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ آگ میں ہوگا۔ جہنم میں کافر اور مشرک کا رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ منافقت کے اعتبار سے ایک عمل میں نفاق ہے جو کلمہ گو مسلمان کا مسئلہ ہے۔ ایک اعتقادی نفاق کا مسئلہ ہے جو کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا معاملہ ہے۔ جہاں تک کلمہ گو کا نفاق کے طرزعمل کا معاملہ ہے، وہ سزا تو بھگتے گا۔ اسی طرح بہت سے مسلمان ہیں جو سود خوری، نماز اور زکوٰۃ ترک کرنے، دوسروں کا حق مارنے جیسے اعمال کررہے ہیں ان کے لیے وعیدیں ہیں۔ مگر علماء امت کی اصولی رائے یہ ہے کہ کلمہ گو مسلمان کے لیے خلود فی النار کا معاملہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا بلکہ وہ اپنی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن یہ سزا بھی کوئی کم سزا نہیں ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔ بدعت کی تعریف بھی تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ لیکن معروف شرعی معنی میں جو بدعت میں مبتلا ہو بہرحال کافر اور مشرک والا معاملہ اس کا نہیں ہے بلکہ اس کا عملی بگاڑ والا معاملہ ہوگا۔ اگر دوسرے اعمال بد، گناہ وغیرہ کی سزا کسی کو بھگتنا ہے تو ایک بدعتی کو بھی وہ سزا بھگتنا ہوگی لیکن بالآخر کلمہ گو مسلمان جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چلو اپنی سزا بھگت کر جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور اس طرز فکر سے ان کے اعمال کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ماچس کی تیلی دو سیکنڈ انگلی پر برداشت نہیں کرسکتے، چولہے کے اندر ہاتھ ڈالنا ایک سیکنڈ برداشت نہیں کرسکتے۔ خوش خبری والی چند احادیث کا ذکر کرکے بے باکی کا طرزعمل اختیار کرنا یہ بہت بڑی جسارت اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

سوال 4: ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ ہمیں پاکستان میں intelligentsia کو ٹارگٹ کرنا ہے۔ اس حوالے سے تنظیم کیسے کام کررہی ہے اور ایک رفیق انفرادی لحاظ سے کیسے کام کررہا ہے؟ (سید عبدالرافع، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: intelligentsia کو معاشرے کا ذہین طبقہ کہا جاتا ہے۔ یہ تعداد میں کم لیکن اثرات کے لحاظ سے اہم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحبؒ کو توفیق عطا فرمائی تھی اور اس حوالے سے انہوں نے کافی کام کیا۔ ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جو ان کی دعوت سے متاثر بھی ہوا اور اقامت دین کی جدوجہد بھی ممکن ہوئی۔ شامل ہونا الگ بات ہے اور متاثر ہونا دوسری بات ہے۔ یقیناً متاثر ہونے کے بھی اپنے نتائج ہوتے ہیں۔

ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ یقیناً انبیاء و رسل علیہم السلام نے اولین فوکس کرکے معاشرے کے بااثر طبقات کو بھی دعوت دی ہے البتہ اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ معاشرے کے ایسے طبقات جو ظاہری (مالی، سماجی یا اختیار کے) اعتبار سے بااثر نہ ہوں ان کو دعوت نہ دی گئی ہو۔ بلکہ انبیاء و رسل علیہم السلام بیک وقت مختلف طبقات کو دعوت دیتے تھے۔ بااثر اور زیر اثر طبقات دونوں کو فوکس کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر اول ایمان لانے والوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور ایک غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اول دور میں کچھ بااثر طبقات نے ایمان قبول کیا تو غلاموں اور کنیزوں نے بھی اسلام کو قبول کیا۔ الحمدللہ! اس حوالے سے تنظیم اسلامی کا اصولی موقف یہ ہے کہ ہر رفیق تنظیم اسلامی اپنی ذاتی حیثیت میں داعی الی اللہ بنے، دعوت کا کام ہر بندہ کرے۔ اللہ کا نظام ہے کہ اس نے دنیا کے معاشروں کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ ہر علاقے میں بااثر اور زیر اثر افراد دونوں موجود ہوتے ہیں۔ ہر رفیق اپنے تئیں دعوت کا کام کرے۔ کوئی ملکی سطح پر بااثر ہو، کوئی اپنے شہر کی سطح پر بااثر ہو، کوئی ایک ادارے کی سطح پر بااثر ہو اور کوئی ایک خاندان کی سطح پر بااثر ہو یہ سب بااثر ہوتے ہیں اور ان کی بات مانی جاتی ہے۔ ہر رفیق تنظیم جب داعی کا کردار ادا کرے گا تو لامحالہ اس کے دوست، پڑوسی، اہل محلہ، کلاس فیلوز وغیرہ یہ سب لوگ اس کے حلقہ دعوت میں شامل ہونے چاہئیں۔ جب ہر رفیق تنظیم ان کو دعوت پہنچائے گا تو اس طرح کے تمام طبقات (پڑھے لکھے لوگ، پروفیشنلز، سیاستدان، علماء، دینی و سماجی شخصیات، بیوروکریٹ) تک دعوت پہنچے گی۔ داعی الی اللہ بننا تو ہر رفیق کا بنیادی کام ہے۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کے جو دس مطلوبہ اوصاف بتائے جاتے ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ ہر شخص ذاتی حیثیت میں داعی الی اللہ بنے۔ جب سب لوگ یہ کام کریں گے تو تعلیمی اداروں، کمرشل اداروں، حکومتی اداروں، گلی محلوں میں بھی کام ہوگا اور بااثر افراد تک بھی دعوت پہنچے گی۔

اللہ کے رسول ﷺ فقط دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ وہ رات کو اٹھ کر دعا بھی کرتے تھے کہ اے اللہ! عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

میں سے کسی ایک کو اسلام کے لیے عطا کر دے ۔ چنانچہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قبول فرمالیا۔ اسی طرح ہم غور کریں کہ جن کو ہم بااثر سمجھتے ہیں کہ اگر وہ دین کی طرف آجائیں تو اس کا بڑا فائدہ ہوگا تو ہم ان کو کتنی محنت سے دین کی دعوت دیتے ہیں اور کتنا ان کے لیے اللہ سے دعا مانگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔لیکن ہم آج اللہ سے مانگنے میں بڑے کنجوس ہیں ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے راتوں کو اٹھ کر نام لے لے کر دعا کی۔ میں اور تنظیم کا ہر رفیق فوکس کرے کہ اپنے خاندان کے افراد کو دعوت دین دینے اور اُن کے لیے دعا کا اہتمام کریں۔

سوال 5: بعض اوقات حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کی ایک رائے ایسی سامنے آتی ہے جس میں کسی جماعت کی طرف جھکاؤ نظر آتا ہے، بعض اوقات وہ جھکاؤ دو تین آراء میں نظر آرہا ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس جماعت کے مخالفین کو بڑا گراں گزرتا ہے کہ لگتا ہے کہ آپ فلاں جماعت سے منسلک ہوگئے ۔تنظیم کے اکابرین کا حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے کے حوالے سے تنظیم کی کیا پالیسی ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے دو تین اصولی باتیں پہلے سمجھ لیں ۔ملکی وسیاسی حالات پر تنظیم اسلامی تبصرہ کرتی ہے اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی تبصرہ کرتے تھے۔اس کی ضرورت اور اہمیت کیا ہے؟ اس حوالے سے کچھ عرصہ قبل میں نے ایک خطاب جمعہ میں بانی تنظیم اسلامیؒ کے میثاق کے ایک اداریہ کا خلاصہ بیان کیا تھا اور اس کا خلاصہ ندائے خلافت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے عمران خان سے ملاقات کی تو باتیں ہونا شروع ہوگئیں کہ یہ کیوں عمران خان کے پاس چلے گئے ؟ چنانچہ اس کی وضاحت ہمیں کرنا پڑی کہ حکمرانوں تک بات پہنچانا یا ان کے سامنے کوئی بات رکھنا یا سیاسی امور پر تبصرہ کرنا،ملکی سیاست کے حوالے سے فکرمند ہونا یہ بھی دین کا حصہ ہے۔عمران خان سے ملاقات کے لیے پہلے ہم نے ان کے دورِ اقتدار میں کوشش کی لیکن موقع نہیں ملا، ان کے اقتدار سے جانے کے بعد ملا۔اب جو اقتدار والے ہیں، ہم نے ان سے بھی ملاقات کا ٹائم مانگا لیکن نہیں ملا۔ان سے موقع ملا تو ان کے سامنے بھی دین کی بات رکھیں گے۔ یہ نمایاں جماعتیں اور نام ہیں ۔اس کے علاوہ بھی کچھ سماجی شخصیات ہوا کرتی ہیں جہاں ہمیں موقع ملتا ہے تو ہم ان کے سامنے دین کی بات رکھتے ہیں ۔ اب اس بات کی وضاحت اس پورے پس منظر میں رکھتا ہوں۔ اصولی بات یہ ہے کہ تنظیم اسلامی مروجہ مفہوم کے اعتبار سے کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے یعنی ہم انتخابی سیاست کے ذریعے پاکستان میں نفاذ شریعت کی کامیابی کے قائل نہیں ہیں۔ ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے ایک منظم جماعت کے ذریعے ایک غیر مسلح ،منظم اور پُرامن تحریک کو برپا کرنے کے منہج پر چل رہے ہیں ۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیاسی تبصرے کیوں کرتے ہیں ؟ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ نکتہ بیان کرتے تھے ۔بعض لوگوں کے نزدیک وہ مدرس قرآن سے زیادہ اس پہلو سے نمایاں ہیں ۔ہم سیاسی تبصرے اس لیے کرتے ہیں کہ سیاست دین کا حصہ ہے اور پاکستان ہمیں اس لیے عزیز ہے کہ ہم نے اسلام کے نام پر لیا۔لہٰذا پاکستان کی سالمیت اور استحکام اسلام سے وابستہ ہے۔اگر پاکستان ہوگا تو اس میں اسلام نافذ کروگے۔اس تعلق سے ہم تبصرہ بھی کرتے ہیں کہ کیا چیز پاکستان کی سالمیت کے لیے نقصان دہ ہے اور کیا مفید ہے ۔اس پر بانی تنظیمؒ ایک آیت اور ایک حدیث کا حوالہ دیتے تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص﴾

(المائدہ:2)''اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو۔''

کہیں خیر کی بات آئے گی ہم تائید کرلیں گے۔کہیں شر کی بات آئے گی مذمت کریں گے۔دوسرا حدیث کا حوالہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' دین خیر خواہی ہے (آپؐ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا) ،ہم نے پوچھا کہ کس کے لیے؟ آپؐ نے فرمایا:''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولؐ کے لیے، مسلمانوں کے آئمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔'' (صحیح مسلم)

اس نصح اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ہم حکمرانوں کو مشورے بھی دیتے ہیں ،تنقید بھی کرتے ہیں ،تائید بھی کریں گے ۔ ملکی سالمیت کے لیے مشورے دیں گے اور دین اسلام کے تعلق سے بھی دیں گے۔البتہ اپنے منہج پر کاربند رہیں گے،طریقہ کار وہی رہے گا لیکن ملکی سیاست کو ہم نظرانداز نہیں کر سکتے۔مثال کے طور پر قادیانیوں کے بارے میں جو ملکی سطح پر اور قانونی سطح پر کام ہوا وہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ہوا۔اب اگر ہم کہیں کہ بھٹو صاحب نے بڑا اچھا کام کیا یا بڑا اچھا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لے لیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ ہم بھٹو صاحب یا پیپلز پارٹی سے مکمل اتفاق کرتے ہیں، یا ہمارا جھکاؤ پیپلز پارٹی کی طرف ہوگیا۔قطعاً نہیں!اسی طرح ضیاء الحق صاحب سے لوگوں کو بڑے اختلافات ہوئے لیکن ان کے دور میں عربی اور اسلامیات کا لازمی مضمون نصاب میں شامل کیا گیا تھا تو یہ ان کا اچھا کام تھا ہم تائید کریں گے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے ان کے غلط اقدام کی تائید کردی، اسی طرح موجودہ مثالیں دیکھ لیں ۔اگر عمران خان نے آواز بلند کی کہ امریکہ کی غلامی سے نجات ملنی چاہیے تو یہ بات تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی فرماتے تھے تو اس بات کی تائید کرنے میں کیا حرج ہے۔اسی طرح موجودہ وزیر خزانہ اسحاق ڈار صاحب نے کہا کہ ہم سود کے حوالے سے نیشنل بنک کی اپیل سپریم کورٹ سے واپس نکلوا رہے ہیں تو ہم اس کی تائید کریں گے لیکن اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی ہر بات کی تائید کر رہے ہیں یا ان کی طرف جھکاؤ ہوگیا۔اگر اس اصول کو ہمارے رفقائے تنظیم اور احباب سامنے رکھیں تو پھر ایسا تاثر پیدا نہیں ہوگا۔جیسے کہ سوال میں آیا کہ ایک جماعت کی تائید کا تاثر یا ان کی طرف جھکاؤ کا تاثر۔حالانکہ سیاسی جماعت کی طرف جھکاؤ ہمارا بنتا ہی نہیں ہے، ہم تو اس راستے سے اسلام کے لانے کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ ہم تو منہج نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ آمریت کے مقابلے میں جیسی تیسی جمہوریت کا چلنا ہمارے، ملک کے لیے مفید ہے کیونکہ اس میں ہمارے لیے دعوت کا کام کرنا آسان ہے۔پھر بانی تنظیمؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ آپ کو میرے سیاسی تجزیوں سے اختلاف کی پوری اجازت ہے اور رفقاء کرتے بھی تھے۔بعض مرتبہ ڈاکٹر صاحبؒ ان کی رائے کو تسلیم بھی کرتے تھے۔بہرحال یہ تنظیم اسلامی کے رفقاء کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔جب بانی تنظیم اسلامی سے سیاسی

آراء سے اختلاف کی گنجائش تھی تو پھر امیر تنظیم ہو یا ہمارے اکابرین میں سے کسی کی طرف کوئی بات ایسی آئے تو اس سے اختلاف کی پوری گنجائش ہوگی۔ البتہ اختلاف رکھنے کے بھی کچھ آداب ہوا کرتے ہیں ان کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

سوال 6: تنظیم اسلامی اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مین سٹریم میڈیا (الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا) کو کیوں استعمال نہیں کرتی؟ (ڈاکٹر کلیم صاحب)

امیر تنظیم اسلامی: شاید مین سٹریم سے مراد سیٹلائٹ چینلز ہیں لیکن اب تو سوشل میڈیا بہت آگے نکل چکا ہے۔ اور پرنٹ میڈیا کی صورت حال بھی ہمارے سامنے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اُس وقت ٹی وی پر آئے جب ٹی وی پر آنے کے حوالے بہت سے دینی حلقوں میں حجاب تھا لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحبؒ نے علیٰ وجہ البصیرہ اس ذریعہ کو اختیار کیا۔ اور دلیل دیا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہوئے اور اس وقت کا میڈیا یہی تھا کہ لوگ اپنا پیغام پہنچانے یا دعوت دینے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ وہاں صبح کھڑے ہوئے اور نعرہ لگایا: واصباحاہ! اور صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے وعظ فرمایا اور دین کی دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اس سے یہ اخذ کیا کہ ہر دور کا جو میڈیا دستیاب ہوگا اُس سے دین کی بات پہنچائی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر شیطان میڈیا پر ننگا ناچ ناچ رہا ہے تو رحمٰن مجھ سے نہیں پوچھے گا کہ تم نے میری بات پہنچانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ البتہ ہم اس میں سے شر کا پہلو نکال دیں گے۔ لہٰذا جتنا جہاں موقع ملے گا ہم اس کو شرعی حدود و قیود کے مطابق اختیار کریں گے لیکن یاد رہے اپنے اصل بنیادی کام کو نہیں چھوڑیں گے۔ ایسا نہیں کہ دروس قرآن، خطاب جمعہ، دورۂ ترجمہ قرآن جیسی بابرکت فزیکل محافل کو چھوڑ دیں اور جا کر صرف ٹی وی کی سکرین پر بیٹھ جائیں، سوشل میڈیا پر دن رات ایک کر دیں اور فجر کی نمازیں بھی ضائع کریں۔ کیونکہ آج کل یہ بھی سلسلہ چل رہا ہے۔ ہم یہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ فزیکل مجلس کی تاثیر جو ہوتی ہے وہ میڈیا پر نہیں آپاتی۔ البتہ پھر بھی ہم ان تمام فورمز کو جاری رکھیں گے اور وقار کا لحاظ رکھتے ہوئے شرعی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن QTV پر چلتا رہا اور اب پیس ٹی وی پر اُن کی وفات کے بعد بھی چل رہا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحبؒ کے شاگردوں کو جہاں موقع ملتا ہے وہ دین کی دعوت دینے کے لیے جاتے ہیں۔ لیکن اپنے وقار اور دینی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے شرکت کرتے ہیں۔ جہاں تک پرنٹ میڈیا کا تعلق ہے تو ہمارے بعض سینئر ساتھی اخبارات میں لکھتے رہے ہیں اور آج بھی لکھ رہے ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحبؒ کے کچھ خطابات جو تحریری شکل میں موجود ہیں ان کو مختلف اخبارات میں اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے کچھ ساتھی بھی مضامین لکھتے ہیں جو شائع بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے تمام احباب سے بھی اپیل ہے کہ اگر ان کے اخبارات اور دیگر میڈیا میں کچھ تعلقات ہوں تو ہم content دینے کے لیے تیار ہیں وہ آگے بڑھائیں۔

سوال 7: کیا تنظیم اسلامی کو ایسے تعلیمی ادارے بنانے چاہیے جہاں دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی ہو اور وہاں سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ آرمی، سیاست اور بیوروکریسی میں جائیں اور تنظیم کی رسائی ان پاور سنٹرز تک ہو؟

امیر تنظیم اسلامی: اس سوال کے دو تین گوشے بنتے ہیں، بعض مرتبہ تقاضا آتا ہے کہ آپ اپنے سکول بنائیں اور بالکل بنیاد سے اپنا کام شروع کریں۔ پھر بعض مرتبہ یہ بھی تقاضا آتا ہے کہ آپ رجوع القرآن کورسز کرواتے ہیں، دروس کا اہتمام کرتے ہیں، کچھ چھوٹے چھوٹے کورسز کرواتے ہیں۔ آپ لوگوں کو سی ایس ایس کی تیاری، پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل بھی کروائیں اور پھر ان کو مختلف فیلڈ میں آگے نکالیں۔ ہم اس کی نفی نہیں کرتے کہ یہ سب کرنے کے کام ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ سارے کام لے کر بیٹھ جائیں گے تو جو کام ہم لے کر چلے ہیں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ اس مسئلہ کو ڈاکٹر صاحبؒ نے تنظیم اسلامی کے ایک بنیادی کتابچے ”تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر“ میں احیائے دین کے عمل کے وسیع اور بسیط تناظر میں بیان فرمایا ہے۔ بانی محترم نے دینی کام کے تین بڑے بڑے گوشے بیان فرمائے:

مذہبی گوشہ: کہ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہو جائے۔

قومی گوشہ: جیسے پاکستان کے قیام کے موقع پر مسلم لیگ نے ذمہ داری ادا کی۔ اور ملک کے حصول کے لیے جدوجہد اور محنت ہوئی۔

انقلابی گوشہ: جس میں دین کی اقامت اور نافذ کرنے کی جدوجہد کا معاملہ ہو۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ہم انقلابی گوشے میں کام کر رہے ہیں۔ باقی سب بھی کرنے کے کام ہیں۔ مدارس بھی ہوں گے، دینی تعلیم کا اہتمام کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر ہم اپنے حصہ کے کام پر فوکس سے ہٹ جائیں گے۔ تو اقامت و نفاذ دین کی اس کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کر رہا۔ ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کے طرز پر اقامت و نفاذ دین کے مشن پر عمل پیرا ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ دوسرے کام کر رہے ہیں۔ ان کے ہاں عصری تعلیم دی جا رہی ہے تو اس عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی مناسب بندوبست ہونا چاہیے۔ ہم اس کے لیے لوگوں کو موٹیویشن دے سکتے ہیں۔ یہ کام بھی دعوت کا میدان ہے۔ مثال کے طور پر اگر عصری تعلیم دینے والا کوئی ادارہ جس میں 500 بچہ زیر تعلیم ہو وہ ہماری موٹیویشن سے متاثر ہو کر عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کے آغاز کے لیے ہمارے پاس آجائے کہ ہمارے بچوں کو درس قرآن یا عربی پڑھا دیں تو یہ کام ہم کر سکتے ہیں۔ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے جہاں جہاں بھی ہمیں یہ کام کرنے کا موقع ملا ہے الحمدللہ ہم کرتے رہتے ہیں۔ البتہ یہ بات بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نرسری یا کسی انسٹی ٹیوٹ میں نہیں تیار کیا تھا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرب کے اسی معاشرے کے فرد تھے مگر تربیت نبوی ﷺ کے بعد بالکل بدل گئے۔ ولیم میور کہتا ہے کہ اگر اسلام کو ایک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مل جاتا تو ساری دنیا مسلمانوں کے پاس ہوتی۔ اسی معاشرے میں ابوجہل بھی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو توفیق دی۔ اگر ہر رفیق تنظیم دعوت کا کام کرے گا تو کوئی تو اس کا قریبی رشتہ ہوگا جس میں ایمان کا بیج پڑ جائے وہ قرآن حکیم سے جڑ جائے تو وہ جس جگہ بھی ہوگا تو دین کا کام کرے گا۔ یہ ہمارا اصل کام ہے، اس حوالے سے ہمیں تمام طبقات کو دعوت پہنچانے کی ضرورت ہے۔ وہ حقیقی ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو بندے کو حق کی آواز بلند کرنے کے لیے کھڑا کرے۔ یہ کام ہم اپنی بساط کے مطابق کر رہے ہیں۔ الحمدللہ!

امریکی سینٹ کام کے چیف کا پاکستان کو اپنی جارحانہ پالیسیوں کا محور و مرکز بنانے کی کوشش انتہائی خطرناک ہے: رضاء الحق

مستقبل میں پاکستان، افغانستان، سعودی عرب، چین اور روس کا بلاک ایک گلیکسی آف سپر پاورز کی شکل اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے: حسن صدیق

پاک افغان تنازعہ کی حقیقت اور حل کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: رضاء الحق

سوال: پچھلے چھ ماہ سے خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں دہشت گردی کے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجوہات ہیں؟

رضاء الحق: سرکاری اعداد و شمار کے مطابق صرف خیبر پختونخوا میں سال 2022ء کے دوران 219 دہشت گرد حملے صرف پولیس پر کیے گئے۔ اور اگر آپ اس میں دوسری ایجنسیوں کے اوپر حملوں کو بھی ملا دیں تو یہ تقریباً ساڑھے سات سو کے قریب بنتے ہیں۔ حملوں میں تقریباً 116 پولیس اہلکاران کو شہید کر دیا گیا، اور کُل ملا کر 200 کے لگ بھگ لاء انفورس مینٹ کے لوگوں کو شہید کیا گیا۔ جدید ترین اسلحہ برآمد کیا گیا۔ حال ہی میں جو واقعات پیش آئے ہیں ایک لکی مروت کا ہے جس میں تھانے پر بموں اور راکٹوں سے حملہ کیا گیا اور چار پولیس اہلکاروں کو شہید کر دیا گیا۔ پھر میران شاہ کے اندر واقع ہوا۔ خاص طور پر بنوں میں سی ٹی ڈی کے تفتیشی مقام پر جہاں ہائی ویلیو دہشت گرد موجود تھے حملہ کرنا اور مقام کو ہوسٹیج بنانا جسے 48 گھنٹوں کے بعد ایس ایس جی والوں نے آپریشن کر کے کلیئر کروایا۔ یعنی گزشتہ ایک سال کے دوران دہشت گرد حملوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑھتی دہشت گردی کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں۔ ایک تو تاریخی طور پر جب پاکستان امریکہ کی جنگ کا حصہ بنا تو اس وقت سے لوگ ناراض ہیں۔ مشرف دور میں خاص طور لال مسجد کا واقعہ اور اس سے پہلے ڈماڈولا کا جو سانحہ ہوا تھا تو وہاں پر باقاعدہ ٹی ٹی پی کی صورت میں ایک لہر نظر آئی۔ ٹی ٹی پی میں کئی طرح کے لوگ تھے ایک وہ تھے جنہوں نے بدلے کے طور پر یہ کہا کہ ہمارے پورے خاندان اور علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا اب ہم بھی ریاست سے بدلہ لیں گے۔ کچھ اس علاقے سے سمگلرز تھے اور کچھ انڈین اور امریکی سرپرستی میں یہاں پر لوگ بسائے گئے۔ پھر وہاں پر دو فوجی آپریشنز بھی کئے گئے جس کے بعد کہا گیا کہ کافی حد تک معاملہ حل کر دیا گیا ہے۔ لیکن گزشتہ تقریباً آٹھ ماہ سے حالات پھر خراب ہونے لگے۔ پہلے سوات کا معاملہ ہوا اور چند دن پہلے بلوچستان کے اندر بھی چمن کے دو واقعات ہوئے۔ عین اسی دن پی ٹی ایم کے منظور پشتین وہاں پر جا کر تقریر کرتے ہیں اور سب کے علم میں ہے کہ منظور پشتین ایک اینٹی طالبان موقف رکھتے ہیں۔ وہاں پر کس نے ان کو پہنچایا، وہاں پر کیسے ان کو تقریر کی اجازت دی گئی اور کیوں نہیں روکا گیا۔ کیونکہ ماضی میں مقتدر حلقے کہتے تھے پی ٹی ایم کے ڈانڈے انڈیا سے ملتے ہیں۔ تو اب ان کو کیسے اجازت مل گئی کہ وہ وہاں پہ جا کر تقریر کریں۔ داعش نے بھی اب افغانستان سے پاکستان کا رخ کیا ہوا ہے اور ادھر بھی کارروائیاں کر رہی ہے، بلوچستان میں علیحدگی پسند بھی موجود ہیں وہ پہلے بھی بھارتی مدد سے تخریب کاری کر رہے تھے، اب بھی کرتے ہیں۔ امریکہ کو ہم نے دوبارہ گزشتہ ایک سال سے پاکستان میں مداخلت کرنے کی اجازت دے دی۔ جبکہ گزشتہ چند سالوں سے ملکی استحکام اور خارجہ تعلقات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان، چین اور روس کے تھوڑا قریب ہونے جا رہا تھا۔ جیسے ہی گزشتہ ایک سال کے دوران ہم نے امریکہ کی طرف دوبارہ رخ کرنا شروع کیا دہشت گردی بڑھ گئی۔ امریکہ سے تعلقات بڑھانے کے اچھے نتائج کبھی بھی نہیں نکلے۔ چاہے سینٹ کام چیف مائیکل کوریلا یہاں آجائے اور آ کر عسکری قیادت سے ملاقاتیں کرے۔ سب کے علم میں ہے کہ امریکہ کی سی آئی اے، را اور دیگر جتنی انٹیلیجنس ایجنسیز پاکستان کے خلاف شروع سے ہی کام کرتی آ رہی ہیں وہ اب بھی یہ کام کریں گی۔ پھر یقیناً جہاں ملک میں سیاسی عدم استحکام ہو وہاں پر لوگوں کو موقع ملتا ہے وہ اس موقع سے فائدہ حاصل کریں اور انتشار بڑھائیں۔ یہ تمام دہشت گردی کی حالیہ خوفناک اضافہ کی وجوہات ہیں۔

سوال: 15 اگست 2021ء کو ایک طویل جنگ کے بعد امریکہ کو طالبان نے افغانستان سے نکلنے پر مجبور کیا، تو اس وقت توقع یہ کی جا رہی تھی کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات بہتر ہو جائیں گے اور کسی قسم کی کشیدگی نہیں ہوگی۔ جب ہم اعداد و شمار دیکھتے ہیں تو گزشتہ دسمبر سے چمن بارڈر پر دو بار افغانستان کی طرف سے حملہ ہو چکا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں آئے دن افغانستان کے ساتھ کشیدگی کیوں بڑھتی جا رہی ہے جبکہ توقعات اس کے برعکس تھیں؟

حسن صدیق: اگر ہم 15 اگست 2021ء کے بعد سے ہونے والے واقعات کو دیکھیں تو شروع کے جو چار پانچ ماہ تھے تو اس وقت کے وزیر اعظم نے کہا تھا کہ

افغانستان نے غلامی کی زنجیریں توڑ دی ہیں اور اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ پاکستان نے خصوصی او آئی سی کی کانفرنس بھی افغان مسئلہ کے حوالے سے بلائی۔ اس میں دیگر طاقتیں بشمول چین کو بھی مدعو کیا گیا واضح طور پر نظر آ رہا تھا کہ پاکستان کی خواہش تھی کہ افغانستان میں ایسی حکومت آئے کہ جس سے ہمارے تعلقات بہتر ہوں۔ لیکن عالمی آرڈر جانتا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو اُن کو نقصان ہوگا کیونکہ اس کو ایشیا کی صدی کہا جا رہا ہے اور چین اور روس کی ترقی مغرب کے اہداف کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے وہ افغانستان اور پاکستان میں امن نہیں چاہتے۔ اس کے بعد اہل نظر کو اندازہ تھا کہ چیزیں شاید اتنی smooth نہ رہیں۔ چنانچہ اس کے بعد امریکہ کی مداخلت بڑھنی شروع ہوگئی۔ بہرحال پاک افغان بارڈر پر لگی ہوئی باڑ کا مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چمن اسمگلنگ کا گڑھ ہے اور میجر ایشو ہی یہی ہے۔ پاکستان نے افغان طالبان کے ذریعے جون میں ٹی ٹی پی کے ساتھ سیز فائر بھی کروایا لیکن وہ نومبر میں ٹوٹ گیا۔ اس کے حوالے سے کہا جا رہا کہ طالبان کے وہاں اپنے ایشوز بھی چل رہے ہیں۔ پھر پاکستان کے ساتھ خارجہ پالیسی کے حوالے سے کچھ طالبان لیڈر اس کے حق میں ہیں کہ پاکستان کو آل آؤٹ سپورٹ کریں لیکن کچھ اس کے حق میں نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ٹی ٹی پی کے حوالے سے انہوں نے کوئی واضح لائن نہیں لی اور اس کے خلاف افغانستان میں ہمیں کوئی ایکشن نظر نہیں آتا۔

سوال: اب لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ٹی ٹی پی اور طالبان ایک سکہ کے دو رخ دکھائی دیتے ہیں۔ کیا کہیں گے؟

حسن صدیق: اصل معاملہ یہ تھا کہ آپس کے اعتماد کے ساتھ جو تعلقات شروع ہوئے تھے بعد میں وہ بدقسمتی سے رک گئے۔ ایک زمانے میں ہماری ترجیح یہ تھی کہ ہم او آئی سی کے اجلاس بلا رہے ہیں لیکن اب حالت یہ ہے کہ حکومت کا وزیر خارجہ کے لیول کے کوئی بندہ وہاں نہیں گیا۔ اس وقت ہمارا افغانستان کے خصوصی نمائندے صادق خان صاحب افغان پالیسی کو دیکھ رہے ہیں۔ اس سے اوپر لیول پر اس حوالے سے زیادہ بات چیت ہی نہیں ہو رہی۔

افغانستان کے وزیر خارجہ امیر خان متقی چند ماہ پہلے پاکستان آئے انہوں نے ایک تھنک ٹینک سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ ہم نے کبھی ٹرمپ اور بائیڈن کو نہیں کہا کہ کابینہ میں سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ ہمیں ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ حالیہ سرحد پار حملوں کے جو عوامل ہیں اس میں افغان طالبان کی اپنی ناکامی بھی ہے۔ ان کو چاہیے کہ ان کا برادر اسلامی ملک ہے خاص طور پر وہ ملک جس نے اُن کو مذاکرات میں سپورٹ کیا۔ قطر والا معاملہ ہو یا 15 اگست سے پہلے بیرونی طاقتوں کو نکالنے کی سہولت دی گئی۔ دوسری طرف پاکستان کو چاہیے تھا کہ جارحانہ سفارت کاری کے ذریعے ان کو مناتے۔ ہماری سویلین حکومت چاہتی ہے کہ فوج معاملات حل کرے فوج علماء کو بھیج دیتی ہے۔ گزشتہ سال پاکستان کی قومی پالیسی کا ڈاکومنٹ آیا تھا۔ اس میں ہم نے کہا تھا کہ اب ہماری

> 15 اگست 2022ء کے بعد پانچ چھ ماہ کے واقعات کو دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی خواہش تھی کہ پاک افغان تعلقات بہتر ہوں۔

پالیسی جیو اکنامکس پر مبنی ہوگی اگر ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان میں امن و امان آئے تو پائپ لائن والے معاملات، تجارتی معاملات، سی پیک کے معاملات ہیں ان سب کو حل کرنا ہوگا۔ افغان طالبان بھی بحالی چاہتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ ہماری معاشی بحالی اور ترقی اسی وقت ممکن ہے اگر پاکستان، چین اور روس ان کے ساتھ ملیں گے۔ اصل میں معاملہ خراب ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم طالبان کو اعتماد میں لے ہی نہیں سکے۔ طالبان کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ہم امریکہ کے ساتھ ہیں یا ہمارے ساتھ ہیں۔

رضاء الحق: افغان طالبان کو پاکستان کے حوالے سے گزشتہ بیس سال سے یہی ایک گلہ رہا اور بالکل صحیح رہا کہ پاکستان امریکہ کی جنگ میں افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیتا رہا ہے۔ اب بھی ان کو یہ محسوس ہونا شروع ہوگیا تھا کہ چاہے ایمن الظواہری کا معاملہ ہو چاہے کچھ داعش کے کچھ ٹھکانوں کے اوپر براہ راست حملہ کردینے کا معاملہ ہو۔ البتہ اہم خبر یہ ہے کہ یہ جو حالیہ واقعات ہوئے ہیں اس کے بعد پاکستان کا ایک سولہ رکنی وفد جس میں قبائلی جرگہ کے لوگ اور علماء کرام تھے وہ وہاں پر گئے، انہوں نے بات چیت بھی کی۔ اور افغان طالبان کی اعلیٰ سطح کی قیادت نے کہا ہے کہ ہم چمن واقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور ایسا آئندہ نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کوئی تیسری قوت ہے جو ہم دو بھائیوں کو آپس میں لڑانا چاہ رہی ہے۔ بہرحال ہم دعا کرتے ہیں یہ معاملہ آگے بہتری کی طرف جائے۔

سوال: یہ بتائیے کہ امریکی سینٹ کام کے سربراہ کے دورہ پاکستان میں ہماری فوجی قیادت سے ملاقاتیں ہوئی ہیں اور اس موقع پر انہوں نے پاک افغان بارڈر کا دورہ بھی کیا ہے۔ آپ کے خیال میں سینٹ کام کے کمانڈر کا دورہ پاکستان کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

رضاء الحق: یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ سینٹ کام کے چیف مائیکل کوریلا نے جو بھی دورہ کیا ہے، اس سے پہلے بھی سابقہ آرمی چیف کے دور میں اُنہوں نے پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ جی ایچ کیو میں بھی ملاقاتیں ہوئی تھیں اور بارڈر پر بھی گئے تھے۔ پینٹاگون کے ترجمان نڈ پرائس کا بیان آیا ہے کہ ہم بنوں کے واقعہ کو بڑی گہری نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ یعنی امریکہ چاہتا ہے پاکستان کو کسی نہ کسی طرح اپنے اہداف کے حصول کے لیے اپنے ساتھ ملا لے، کسی حد تک ملا بھی چکا ہے اس لیے کہ امریکہ کی 2012ء کی pivot to asia پالیسی اس کے تحت وہ چاہتا ہے کہ تمام جنگیں ایشیا کے اندر لڑی جائیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ وسطی ایشیا، جنوبی ایشیا، مشرقِ وسطیٰ، شمالی افریقہ جو سب ان کے نزدیک بہت اہم علاقے ہیں وہاں امریکہ کا سکہ رائج رہے۔ بہرحال امریکہ کی یہاں پر موجودگی اس حوالے سے انتہائی خطرناک ہے۔ عام طور پر ہمارے لیڈرز چاہے سویلین لیڈرز ہوں یا ملٹری لیڈرز ہوں وہ یہ کہتے ہیں امریکہ کو ناراض نہیں کرنا۔ لیکن امریکہ کو ناراض نہ کرنے کا مطلب ہماری حکومت اور اداروں کو یہ ہرگز نہیں لینا چاہیے کہ امریکہ کی پالیسی کو ایک سو فیصد ان کی مرضی کے مطابق ماننا ہے۔ تاریخ گواہ ہے ہم نے جب بھی امریکہ کو راضی کرنے کی کوشش کی تو ہم نے ملکی مفادات کو تج کر دیا اور اپنے دیگر دوست سٹریٹیجک ممالک یعنی چین، روس اور افغانستان کو ناراض کیا۔

سوال: حسن صدیق صاحب امریکی سینٹ کام کے دورے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

حسن صدیق: یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نائن الیون کے بعد والی صورت حال دوبارہ آرہی ہے۔ پرویز مشرف نے

جب حکومت پر قبضہ کیا تو نائن الیون کے بعد حالات اس طرح کے ہوئے کہ مشرف کا جو اقتدار تھا اس کو دوام مل گیا۔اس کے بعد بھی لوگ دہشت گردی کے حوالے سے خدشات کا اظہار کرتے رہے۔ بعد میں ہمیں یہ بتایا جاتا رہا ہے کہ پوری دنیا کی طاقتوں نے مل کر افغانستان سے جنگ لڑی اور وہ ہار گئیں۔ البتہ پاکستان نے اپنے علاقوں میں دہشت گردی کے خلاف جنگ جیتی یہی بیانیہ ہم پانچ سات سال سے سن رہے ہیں۔اب کیا معاملہ ہے کہ سینٹ کام کا چیف ہمیں درس دے رہا ہے کہ دہشت گردی کی جنگ کیسے لڑنی ہے۔اور اب امریکی ہمیں بتانے آ رہے ہیں کہ جنگ کیسے لڑنی ہے۔سینٹ کے چیف نے کہا ہے:
“we are concerned by the threat posed by TTP to Pakistan's stability. During my visit to GHQ we discussed oppurtunties to address this threat.” یعنی یہ بڑا واضح ہے کہ امریکہ کی خواہش ہے کہ نائن الیون کے بعد کی صورت حال کے مطابق ہم مل کر اس ’جنگ‘ کو لڑیں۔یعنی سیدھی سی بات ہے کہ وہ دوبارہ اس خطے میں انٹری چاہ رہے ہیں۔سینٹ کام کے چیف نے یہ بھی کہا کہ ہم نے پشاور کا دورہ کیا اور طورخم بارڈر پر بھی گئے ہیں۔ یہ بات بہت ہی خوفناک ہوگی اگر پاکستان ان کو سپورٹ کرتا ہے۔ ہم نے امریکہ کے جانے سے پہلے ہی جنرل راحیل شریف کے دور میں اعلان کر دیا تھا کہ دہشت گردی کی جنگ ختم ہوگئی، ہم جیت چکے ہیں۔اس کے بعد والے آپریشنز کو ہم combing آپریشنز کہتے تھے۔خاص طور پر جو ردالفساد آپریشن تھا۔یعنی جو باقیات رہ گئی ہیں ان کو ہم ختم کر رہے ہیں۔اب نئی جنگ شروع ہو رہی ہے۔ساتھ ہی اس کے سیاسی نتائج دیکھیں کہ ایک طرف ملک میں سیاسی عدم استحکام کا معاملہ چل رہا ہے اور اسی دوران اس طرح کی دہشت گردی بھی شروع ہوگئی ہے۔سی ٹی ڈی کی خیبر پختونخوا میں ناقص کارکردگی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اس وقت وہاں پاکستان کے سیاستدان اور تجارتی برادری کہہ رہے ہیں کہ ہمیں بھتے کی پرچیاں موصول ہو رہی ہیں۔اس حوالے سے ہماری عسکری قیادت کو اور صوبائی حکومت کو بھی سوچنا چاہیے کہ یہ معاملات کیوں ہو رہے ہیں۔ پھر سب سے اہم بات کہ ایمن الظواہری کے واقعہ میں جو ڈرون حملہ ہوا تھا اس کا پاکستان کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا تھا کہ پاکستان سے نہیں ہوا یا پاکستان کی فضا کو استعمال نہیں کیا گیا۔ پاکستان کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ افغانستان کو یقین دلائے کہ پاکستان سے نہیں ہوا۔

سوال: کابل کے ہوٹل میں چینی باشندوں پر دہشت گردی کا جو حملہ ہوا ہے، کیا داعش اور اس طرح کی دہشت گرد تنظیمیں افغانستان کی سرزمین کو امریکہ اور بھارت کے لیے دوبارہ استعمال نہیں کر رہی ہیں؟

رضاء الحق: سچ پوچھیں تو جب سے افغان طالبان کی حکومت آئی ہے اس کے بعد سے کم سے کم داعش ان کے کنٹرول میں نہیں آسکی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید داعش گراس روٹ لیول تک بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور وہ پھر گوریلا طریقوں سے کارروائیاں کرتی ہے۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ داعش کے لوگوں کو امریکہ سے آئیر لفٹ کر کے جہاز کے ذریعے اسلحہ پہنچایا جاتا ہے۔ابھی کچھ دن پہلے الجزیرہ میں ایک رپورٹ آئی کہ چینی ،روسی اور پاکستانی، ان تین ممالک کے بزنس مین اور ڈپلومیٹس کو افغانستان میں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔اب کابل کے ایک ہوٹل میں جہاں چینی رہتے تھے داعش نے حملہ کیا اس حملے میں تین ہلاک ہوگئے اور تقریباً 21 زخمی ہوگئے۔ چین کے لیے انتہائی اہم ہے کہ افغانستان میں امن وامان ہو اور چین افغانستان کو چھوڑ نہیں سکتا۔کیونکہ سی پیک اور مائننگ کے حوالے سے بھی انتہائی اہم ہے۔ اور افغانستان جب سی پیک کا حصہ بنتا ہے تو چین کے لیے مشرق وسطیٰ کے تیل تک رسائی کا معاملہ بہت آسان ہو جاتا ہے۔ بہرحال افغان طالبان کو چاہیے کہ اپنی یونیٹی آف کمانڈ، فوج کی کپیسٹی بلڈنگ اور خاص طور پر اپنا کنٹرول بڑھانے کے لیے اقدامات کریں۔کیونکہ نقصان کرنے والے نقصان کرتے رہیں گے، بین الاقوامی طاغوتی قوتیں (انڈیا اور امریکہ) خاموش نہیں بیٹھیں گی۔ داعش اور ٹی ٹی پی کے مقاصد بہت واضح ہیں وہ امریکہ اور بھارت کے مفاد میں کام کرتے ہیں۔ وہیں سے ان کو اسلحہ، ٹریننگ اور مالی سپورٹ ملتی ہے۔

سوال: عالمی منظرنامے میں جو گریٹ گیم چل رہی ہے اس میں پاکستان اور افغانستان کا مستقبل میں کیا رول ہو سکتا ہے؟

حسن صدیق: خارجہ امور کے ماہرین یہی کہتے ہیں کہ جب آپ کا اپنا گھر ان آرڈر ہوتا ہے تب ہی آپ effective فارن پالیسی اپنا سکتے ہیں۔اگر دنیا کے کسی ملک کے داخلی حالات مستحکم ہیں تو اس کی فارن پالیسی بھی بہترین ہوگی ۔ اگر آپ داخلی طور پر کمزور ہیں ، سیاسی عدم استحکام کا شکار ہیں تو پھر آپ کی کوئی فارن پالیسی نہیں چل سکتی کیونکہ پھر کوئی آپ پر اعتبار ہی نہیں کرے گا۔ پاکستان اور افغانستان کے مسائل اس حوالے سے بڑے کامن ہیں کہ وہ ابھی تک سیاسی استحکام حاصل نہیں کر سکے اور پاکستان میں بھی سب سے بڑا ایشو یہی ہے کہ یہاں پر سیاسی اور معاشی استحکام نہیں ہے ۔ جب تک یہ چیزیں نہیں آتیں تو اس وقت تک دونوں کے معاملات بہتر نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک گریٹ گیم کا تعلق ہے تو کسی بھی جغرافیہ کے ماہر کے لیے اس کو سمجھنا بہت آسان ہے کہ مستقبل میں پاکستان، افغانستان ،چین اور روس کا ایک بلاک بننے جا رہا ہے۔ یا اس میں عرب ممالک خاص طور پر سعودی عرب کا اضافہ کر لیں۔ کیونکہ ان کے مفادات قدرتی طور پر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اگر یہ بلاک بن گیا تو پھر یہ خطہ ایک گلیکسی آف سپر پاور بنے گی۔مغرب کی جانب سے یہ پلاننگ ہو رہی ہے کہ داعش اور ٹی ٹی پی کو افغانستان میں اتنا مضبوط کر دیا جائے کہ آگے روس کے قریب سنٹرل ایشین ریاستوں پر بھی حملے کریں۔ ایک امریکہ تھنک ٹینک نے جنوری 2022ء میں کہہ دیا تھا کہ داعش اور ٹی ٹی پی مضبوط ہوں گی اس سال، پاکستان میں مزید حملے ہوں گے اور اس وقت سے وہی ہوتا آ رہا ہے۔ لہٰذا اس پوری گریٹ گیم میں پاکستان کو جارحانہ ڈپلومیسی اختیار کر کے اور خطے کے حالات اور مستقبل کے حالات کو سمجھتے ہوئے امریکہ کا کردار کم کرنا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ امریکہ کو ناراض کریں لیکن مستقبل کی خارجہ پالیسی کی بنیاد چین اور روس ہوگا۔ اگر ہم اس بات کو سمجھ گئے اور ہم نے اس پر عمل شروع کر دیا تو معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح افغان طالبان کو بھی سمجھنا چاہیے کہ ان کا مستقبل بھی پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ دونوں سائیڈز سے بڑے دل کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ مل جل کر ہم ایک ایسا بلاک بن سکیں جو مسلم ممالک اور اس خطے کے لیے بھی مفید ہو سکے۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تنظیم اسلامی و تحریک خلافت پاکستان کے سرگرم کارکن راجہ محمد اکرم خان کی وفات

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان سے وابستہ بزرگ کارکن راجہ محمد اکرم خان وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم راقم کے والد گرامی تھے۔ گزشتہ 8 سال سے صاحب فراش تھے۔ 2014ء میں اپنے آبائی گاؤں اوچھاڑ، واقع ضلع مظفر آباد، آزاد کشمیر میں راہ چلتے ہوئے پھسل کر گر پڑے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ سی۔ ایم۔ ایچ راولپنڈی میں بڑے آپریشن کے بعد راڈ ڈال کر ہڈی کو برابر کیا گیا مگر وہ راڈ بھی خلاف معمول ٹوٹ گئی اور یوں ان کی تمام سرگرمیوں کا سلسلہ معطل ہو گیا۔ 1986ء کے دوران پہلے تنظیم اسلامی سے وابستہ ہوئے اور پھر تحریک خلافت کے پروگراموں میں شرکت کرنے لگے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ والہانہ انداز میں وابستہ ہو گئے۔ ان کے ساتھ دور دراز کے اسفار کیے۔ راقم اس وقت کراچی میں تھا۔ تنظیمی کام کے سلسلے میں حیدر آباد جانا ہوا، وہاں پر ان کو اچانک دیکھ کر حیرانگی ہوئی۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ لاہور سے تشریف لائے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے ان کے قرب کو سینئر رفیق اور سابق امیر حلقہ اسلام آباد محترم عظمت ممتاز ثاقب نے اپنے تعزیتی پیغام میں اس طرح بیان کیا۔ لکھتے ہیں:

"When I joined Tanzeem in 1986, he was always besides Dr. Israr Ahmed whenever he visited Rawalpindi/Islamabad."

1991ء میں ڈاکٹر صاحب نے تحریک خلافت پاکستان کا آغاز کیا تو ملک کے طول و عرض میں عوامی خطابات، کانفرنسز اور سیمینارز کا اہتمام کیا گیا جن میں انہوں نے عہد حاضر میں نظام خلافت کے خدوخال واضح فرمائے۔ اسی ضمن میں جب ڈاکٹر صاحب نے آزاد کشمیر کا رخ کیا تو میرے والد محترم نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور مظفر آباد، باغ، راولاکوٹ اور دھیرکوٹ میں بڑے پیمانے پر پروگراموں کا انعقاد کیا۔ اس سلسلے میں ایوان صدر مظفر آباد میں سردار عبدالقیوم خان مرحوم کے زیر صدارت بھی پروگرام کا انعقاد ہوا جس کے لیے والد صاحب نے کافی دوڑ دھوپ کی تھی۔ اس کی گواہی اسلام آباد کی مقامی تنظیم غوری ٹاؤن کے امیر محمد شبیر خان نے بھی دی ہے۔

مرحوم کے انتقال کی خبر سن کر انہوں نے راقم کے نام تعزیتی پیغام میں لکھا: ”راجہ محمد اکرم صاحب رحمہ اللہ، ہمارے دیرینہ بزرگ ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے بہترین سنہری ایام ”تحریک خلافت“ میں بحیثیت داعی انتہائی فعال انداز میں صرف کیے۔ اس تحریک کو پاکستان سے آزاد کشمیر تک وسعت دینے میں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دست راست رہے۔ اور اس حوالے سے اپنے سیاسی اور سماجی تعلقات کی بنیاد پر بڑی قد آور شخصیات سے نہ صرف ملاقات کرواتے رہے بلکہ دامے، درمے، سخنے اپنا فعال کردار ادا کرتے رہے۔ اس دوران بندہ ناچیز کو ان کی ذاتی رفاقت اور میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا اور ان کو انتہائی صاحب بصیرت، زیرک، سیاسی و سماجی اور مکمل دینی شعور رکھنے والا بیدار مغز شخصیت کا حامل انسان پایا۔ راجہ صاحب سے میرا بالمشافہ تعلق مذکورہ تحریک کے دوران استوار ہوا اور گاہے بگاہے ملاقات اور تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہا۔ اللہ پاک انہیں قبر و حشر کی منزلیں طے کرواتے ہوئے کروٹ کروٹ آسانی عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے۔ ان کے اہل خانہ مع تمام لواحقین، دوست احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اسلام آباد/ راولپنڈی کے رفقاء کے ساتھ والد مرحوم کا گہرا تعلق تھا۔ ان کے انتقال کی خبر سنتے ہی کورنگ ٹاؤن اور قرب و جوار کے رفقاء و احباب فوراً سواں گارڈن میرے چھوٹے بھائی کے گھر پہنچ گئے جہاں پر وہ گزشتہ ماہ گاؤں سے منتقل ہوئے تھے۔ اندرون ملک کراچی سے پشاور تک اور بیرون ملک (حرمین شریفین، حجاز مقدس سے لے کر دوبئی، چین، امریکہ اور انگلستان تک) سے کئی احباب نے تعزیتی پیغامات میں بڑے اخلاص کے ساتھ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔ رفقاء نے ان کے ساتھ ذاتی روابط کے حوالے سے انتہائی مثبت تاثرات کا اظہار کیا۔ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ وہ ان سب کی گواہیوں کو والد صاحب کے حق میں قبول کرتے ہوئے ان کی مغفرت و بخشش کا ذریعہ و وسیلہ بنا دے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں موت کے وقت کی کیفیات کا ذکر ہے، جنہیں پڑھ سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کی شدت کا اندازہ کسی درجے میں اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر جناب رسول ﷺ خود اس وقت کی سختی سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ درج ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کیجیے: ”ام المومنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نے اللہ کے رسول ﷺ کو موت کے وقت دیکھا آپؐ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ أَعِنِّی عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ)) ”اے اللہ! موت کی سختیوں اور اس سے طاری ہونے والی بے ہوشیوں میں میری مدد فرما۔“

اس مشکل گھڑی میں حضور ﷺ اللہ سے مدد مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! میری مدد فرما تا کہ میں برداشت کر سکوں، صبر کر سکوں اور میری عقل میں کجی نہ آئے کہ جو میں کہوں سوچ سمجھ کر کہوں اور میرا خاتمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہو۔ نزع کے وقت کی کیفیت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: ﴿وَجَآءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط﴾ (ق: 19) ”اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی۔“

اس کٹھن مرحلے پر والد محترم کی زندگی کے آخری لمحات میں مجھے ان کا قرب نصیب ہوا۔ ویسے تو طویل عرصے تک صاحب فراش ہونے کی وجہ سے اکثر ان پر تھکان اور بے چینی کے اثرات ہوتے تھے اور اس وجہ سے لگتا تھا کہ پریشان ہیں مگر آج میں نے ان کو بہت ہی

پُرسکون اور خاموش پایا۔ ان کی خاموشی اور سکون کو دیکھتے ہوئے راقم نے ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھا اور اس کے ساتھ ہی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ ابھی دو رکوع بمشکل مکمل ہوئے تھے کہ ان کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ مزید آیات پڑھ رہا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک سانس لیا اور قیامت تک کے لیے خاموش ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مشکل گھڑی میں ان پر رحم فرمایا اور بظاہر شدت محسوس نہ ہوئی۔ ((رَاحَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ)) کا یہ میرا پہلا مشاہدہ تھا۔ میں نے گاؤں اور شہروں میں مختلف لوگوں کو ((سَكَرَاتُ الْمَوْتِ)) کی سختیوں میں دیکھا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ پروردگارِ عالم نے میرے والد صاحب کی گزشتہ 8 سال کی مشکلات و مصائب کو ان کی کمی کوتاہی کے ازالے کے طور پر قبول فرماتے ہوئے انہیں موت کی سختیوں سے محفوظ رکھا۔ مجھے اپنے خالق و مالک سے قوی امید ہے کہ وہ ان کو معاف کر کے، ان کی بخشش کر کے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ آمین یا رب العالمین!

آخر میں امیر محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ، مرکزی اسرہ، نائبین ناظم اعلیٰ، امراء حلقہ جات، رفقاء و احباب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ سب نے مرحوم کے لیے مغفرت اور ہمارے لیے استقامت کی دعائیں کیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ کراچی وسطی، شاہ فیصل تنظیم کے رفیق سید فہیم حسین وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0315-2987475

☆ حلقہ گوجرانوالہ، سیالکوٹ کے ملتزم رفیق محترم نوید بھٹہ کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلزار ہجری تنظیم کے نقیب محترم سید مطہر منیر کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0336-0602628

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام
کل پاکستان تربیتی ورکشاپ برائے ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ جات)

امیر تنظیم اسلامی کے حکم اور مرکزی نظم کی مشاورت کے ساتھ سال 2022ء میں تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کی تنظیم نو کا مرحلہ احسن طور پر طے پا گیا۔ مرکزی ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا صاحب کے زیر سرپرستی نائب ناظمین جرائد، ریسرچ و انتظامی امور اور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی تعیناتی کی گئی۔ اسی طرح تنظیم اسلامی کے 20 حلقہ جات میں ناظمین نشر و اشاعت کی مرحلہ وار تقرری کا سلسلہ جاری ہے۔ 19 حلقہ جات میں ناظمین نشر و اشاعت کی تعیناتی کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ الحمد للہ! 2022ء کی تیسری سہ ماہی میں مرکز کی جانب سے ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ) کے لیے مینول جاری کر دیا گیا۔ مینول کا مقصد ناظمین نشر و اشاعت حلقہ کو اُن کے پیشہ وارانہ امور سرانجام دینے کے لیے نظام العمل میں درج اصول و ضوابط اور ہدایت بہم پہنچانا ہے اور اُن کی توضیحات بھی فراہم کرنا ہے۔ مختلف سرگرمیوں کے لیے رہنما اصول اور بعض ٹیمپلیٹز بھی فراہم کیے گئے ہیں۔

اسی تسلسل میں ہفتہ 10 دسمبر 2022ء کو مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی چوہنگ میں ایک روزہ کل پاکستان تربیتی ورکشاپ برائے ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ) کا انعقاد کیا گیا۔ ورکشاپ میں آزاد کشمیر، بلوچستان، کراچی وسطی، کراچی جنوبی، فیصل آباد، ساہیوال، لاہور شرقی اور لاہور غربی کے ناظمین نشر و اشاعت نے شرکت کی۔ حلقہ پنجاب جنوبی کے امیر اور حلقہ سکھر کے معتمد نے مکمل شرکت کی۔ حلقہ لاہور شرقی کے امیر نے بھی جزوی شرکت کی۔

ورکشاپ کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت مرکزی ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا صاحب نے حاصل کی۔ اُنہوں نے شرکاء ورکشاپ کو ورکشاپ میں خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد ابتدائی سیشن میں نائب ناظم جرائد، ریسرچ و انتظامی امور رضاء الحق صاحب نے شرکاء کو ورکشاپ کے شیڈول سے آگاہ کیا۔ تنظیم اسلامی کے وسیع تر کینوس پر نشر و اشاعت کا کام کہاں فٹ بیٹھتا ہے کے عنوان سے گفتگو کی۔ اس کے بعد شرکاء ورکشاپ کا باہمی تعارف حاصل کیا گیا۔ اگلے سیشن میں امیر محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کا ورکشاپ کے شرکاء کے نام خصوصی ویڈیو پیغام بعنوان ''اقامتِ دین کی جدوجہد میں میڈیا کیا رول ادا کرسکتا ہے'' چلایا گیا۔ امیر محترم نے فرمایا شرعی حدود کی پاسداری کے ساتھ میڈیا کا استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دین کی دعوت و تبلیغ کے لیے اُس دور کے معروف طریقوں میں سے برائی کے پہلو نکال کر باقی سب اسلوب اختیار فرمائے۔ دین کی دعوت اور باطل کے ابطال کے لیے میڈیا کا استعمال ہمارے اسلاف سے بھی ثابت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ففتھ جنریشن وار کے ذریعے مغرب ہم سے ہماری تہذیبی اقدار چھین رہا ہے۔ ہمیں اس کے آگے بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے۔ میڈیا کے ذریعے اسلامی تہذیب کو اجاگر کرنے کے لیے مواد اور لٹریچر فراہم کر کے مغربی تہذیب کے اثرات سے بچا جاسکتا ہے۔ ملک میں اسلامی انقلاب کو عملی طور پر برپا کرنے کے لیے نوجوان نسل کی روحانی اور اخلاقی تربیت کر کے اُنہیں باشعور بنانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی مروجہ انتخابی سیاست اور مسلح بغاوت کو رد کر کے انقلاب نبوی ﷺ کے منہج پر پُرامن، منظم تحریک کے ذریعے انقلاب برپا کرنے کی قائل ہے۔ ہمیں عوام الناس کی فکری راہنمائی کے لیے میڈیا کے ذریعے اسلام کے صحیح فکر کو اجاگر کر کے اپنے حصے کا چراغ جلانا ہوگا۔

اس کے بعد رضاء الحق نے حلقہ کے ناظمین نشر و اشاعت کی نظام العمل میں ذمہ داریاں اور اُن کی وضاحت کے موضوع پر مفصل گفتگو کی۔ علاوہ ازیں مینول میں درج مختلف سرگرمیوں کے لیے رہنما اصولوں کی بنیاد پر ایک تعارفی خطبہ دیا۔ ان تمام معاملات میں نظم کی پابندی کے لیے بنائے گئے ''چین آف کمانڈ'' کو بھی واضح کیا۔ اس سیشن کے آخر میں سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی۔

چائے کے وقفہ کے بعد مرکزی نائب ناظم پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا وسیم احمد نے پریس ریلیز بنانے، اجراء اور ترسیل کے رہنما اصولوں پر تفصیلی گفتگو کی۔ اس طرح دیگر شعبہ جاتی سرگرمیوں کے لیے رہنما اصولوں پر بھی خطاب کیا۔ شرکاء کے سامنے تھیوری اور فیلڈ ورک سے متعلق اہم نکات بیان کیے۔ مقرر نے اخبارات اور ٹی وی چینلز کے رپورٹر اور میڈیا حضرات سے ملاقات، ندائے خلافت، میثاق کے اداریوں اور دیگر مضامین کی مقامی اخبارات میں اشاعت، امیر محترم کی پریس کانفرنس اور سیمینار کے انعقاد، مختلف تنظیمی پروگراموں مثلاً مظاہروں، امیر محترم کے خصوصی پروگراموں اور خطابات اور آگاہی منکرات مہمات اور دیگر سرگرمیوں کے لیے نشر و اشاعت کے حوالے سے رہنما اصولوں پر مفصل بات چیت کی۔ علاوہ ازیں شرکاء کے سوالات کے بھی جواب دیے۔

اگلے سیشن میں رضاء الحق صاحب نے ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ) کی ماہانہ رپورٹ پر تفصیلی گفتگو کی اور شرکاء کے لیے رپورٹ کو پُر کرنے کا طریقہ کار واضح کیا۔ اس کے بعد وسیم احمد نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ) کی دیگر فیلڈ سے متعلق سرگرمیوں پر گفتگو کی۔ صبح کے تمام سیشن میں پاور پوائنٹ سلائیڈز کا استعمال کیا گیا اور پروجیکٹر پر عملی سرگرمیوں کے ٹیمپلیٹس کا استعمال کیا گیا۔ اس کے بعد شرکاء ورکشاپ نے پریس ریلیز بنانے اور present کرنے کی عملی مشق کو گروپس کی صورت میں سرانجام دیا۔ یہ سیشن وقفہ برائے نمازِ ظہر، طعام و آرام سے پہلے شروع ہوا اور بعد میں بھی تقریباً آدھا گھنٹہ جاری رہا۔ ورکشاپ کے شیڈول کے مطابق عملی مشق کے بعد ایک گھنٹے کی سوال و جواب اور تبادلہ خیال کی نشست ہوئی۔ اس نشست میں مرکزی ناظم نشر و اشاعت اور نائب ناظمین نے ورکشاپ کے شرکاء کے مختلف سوالات کے جوابات دیے ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر سید عطاالرحمٰن عارف صاحب نے بھی نشست میں شرکت کی۔ حلقہ جات کے ناظمین نشر و اشاعت اور دیگر شرکاء نے وضاحت طلب معاملات پر سوالات کیے اور مختلف امور پر اپنا مشورہ بھی دیا اور رائے کا اظہار بھی کیا۔ آخر میں مرکزی ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا نے ''بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سیاسی فکر اور سیاست اور میڈیا کے باہمی تعلق'' پر ورکشاپ کے شرکاء سے خطاب کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سیاستدانوں کی طرف سے اکثر یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ مولوی ہیں ان کا سیاست کیا تعلق ہے۔ اسی طرح ہمارے دینی طبقات میں سے بھی اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ دین کس کس گوشے کو سمیٹتا ہے۔ وہ بس نماز، طہارت، روزہ وغیرہ ہی یعنی عبادات کو دین سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کی باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ پاکستان اور اپنے ملک کے اجتماعی حوالے سے ان کا کوئی تعلق واسطہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دین کے انفرادی معاملات ہیں اسی طرح دین کی اجتماعی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اس میں سب سے پہلے سیاست ہے، پھر معیشت ہے اور پھر معاشرت ہے۔ بقول اقبال: ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''۔ یعنی اگر آپ سیاست سے دین کو نکال دیں گے تو پھر ظلم و ستم ہی رہ جائے گا۔ اسلام انسان کو نظریے سے باندھتا ہے زمین سے نہیں۔ یعنی ہمارے لیے پہلے اسلام ہے پھر پاکستان ہے۔ یعنی ابلاغ کے حوالے سے اہم ترین کام رابطہ، تعلق، واسطہ قائم کرنا ہے اور نشر و اشاعت کا مطلب بھی یہی ہے۔ اسے ابلاغ، تبلیغ، بات کا پھیلانا کچھ کہہ لیجیے۔ ہمیشہ یاد رکھیے کہ ہدف کبھی نہیں بدلنا چاہیے۔ البتہ ہدف حاصل کرنے کے طریقے یا انداز بدل سکتے ہیں۔ بحیثیت ناظم نشر و اشاعت (حلقہ) کے اصل ہدف یہ ہے کہ ہم نے جس نظریے کو سمجھا ہے، اس کو پھیلانا ہے۔ اپنے اس پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں کہ اقامت دین سب مسلمانوں پر فرض ہے اور پھر اس کو اپنے کردار سے واضح کریں، ثابت کریں۔ اگر ہم اس کو اپنے کردار سے ثابت نہیں کریں گے تو کبھی وہ اثر نہیں آئے گا جو آنا چاہیے۔ تعلق مع اللہ اگر صحیح نہیں ہے تو آپ اپنا کام درست نہیں کر سکیں گے اور آپ کو اللہ کی نصرت نہیں ملے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو پہلے گھر والوں کو، پھر خاندان والوں کو دعوت دی اور پھر صفا کی پہاڑی پر واصباحاہ کا نعرہ لگایا۔ اس وقت یہی طریقے تھے نشر و اشاعت کے۔ پھر آپ ﷺ نے عکاظ کے میلوں میں جا کر دعوت دی، دوسروں قبیلوں میں جا کر دعوت دی۔ یہی نشر و اشاعت ہے۔ جب تک آپ تعلق کا تعاقب نہیں کریں گے بات نہیں بنے گی۔ پھر کسی بات کو لکھتے اور کہتے نیت یہ ہونی چاہیے کہ اپنی طرف سے حق بات لکھنی اور کہنی ہے۔ غلطی ہو سکتی ہے وہ انسانوں سے ہوتی ہے۔ لیکن اللہ سے وعدہ ہو کہ جو لکھنا کہنا ہے اپنی طرف سے حق لکھنا کہنا ہے۔ ورکشاپ کا اختتام عصر کی نماز سے قبل دعا کے ساتھ ہوا۔ ورکشاپ میں زیر استعمال تمام مواد و وسائل کو ناظمین نشر و اشاعت (حلقہ) کو بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے تاکہ اس سے وقتاً فوقتاً مستفید ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اقامتِ دین کی جدوجہد کے اس قافلہ میں تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے اپنی رضا اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین!

گوشۂ سود

سود کی حرمت کے حوالے سے اعتراضات اور اُن کے جوابات

چوتھا اعتراض: تجارتی/صنعتی قرضوں پر سود ربوا کے زمرے میں نہیں آتا۔

جواب: قرض تجارتی ہو، صنعتی ہو یا ذاتی ضرورت کے لیے ہو اگر اس کے معاملے میں مقروض سے اضافہ وصول کیا جا رہا ہے تو یہ ربوا ہے اور مقروض پر ظلم ہے۔ صرفی قرضوں کی طرح تجارتی اور صنعتی قرضوں میں بھی دو اعتبار سے ظلم کا اندیشہ ہوتا ہے:

1۔ جو صنعت کار یا تاجر بنک سے سودی قرض لیتے ہیں وہ صنعتی طور پر تیار شدہ مال یا مالِ تجارت کی قیمت میں سود کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اس سے جو مہنگائی ہوتی ہے اس کا بوجھ صارفین پر آتا ہے۔

2۔ صنعتی یا تجارتی قرض لینے والے کو بعض اوقات نقصان ہو جاتا ہے لیکن اسے بنک کو قرض کے ساتھ لازمی اضافہ پھر بھی ادا کرنا پڑتا ہے جو کہ ظلم ہے۔

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''، از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 251 دن گزر چکے!

Quote on Riba

"The free-trade idea, logically applied, will abolish usury; and with usury will disappear the chief bone of contention between labor and capital. But, just at this point, free-traders go over to the enemy; and many writers on political economy, in flat contradiction of the essential principles of that science, have made elaborate arguments to prove self-government in finance, impossible! What shall we think of men who, having dethroned kings, demolished popes, destroyed slave oligarchies and assailed tariff monopoly, advise submission to the most oppressive and dishonest of despotisms, Usury?"
Hilaire Belloc (Anglo-French writer and historian) to work so that they could earn their living instead of doing nothing but becoming avaricious."

***Ezra Heywood** (Philosopher, Human rights activists)*

Vol. 32 Regd. C.P.L NO. 114 No.01

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore